فاعتبروا یا اولی الابصار

(دیدۂ عبرت ہوں اہل نظر کے لئے)

مکمل تاریخ کشمیر

حصہ سوم

جس میں

سکھوں کی ستائیس سالہ عہد حکومت کا بیان نہایت دلچسپ
اور تفصیل سے لکھا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اس زمانہ میں کشمیر اور اہل کشمیر
کی کیا حالت تھی۔ اسی ضمن میں سلطنت لاہور۔ دربار لاہور۔ اور حکمران
خاندان کی باہمی عداوتوں۔ خانہ جنگیوں اور سازشوں اور آخر میں اس عالی
حکومت کی عبرت انگیز تباہی کا بھی بالتفصیل ذکر ہے۔ کتاب کے آخر میں
ایک ضمیمہ ہے جس میں ان مشہور سادات۔ صوفیائے کرام علماء اور مشائخ کا
تذکرہ ہے جو سکھوں کے زمانہ حکومت میں کشمیر میں موجود تھے اور
ارادتمندوں کو دولت ہدایت اور نعمت حقیقی سے مالامال کرتے تھے

مصنفہ

محمد الدین فوق ایڈیٹر کشمیری میگزین لاہور

رجب المرجب ۱۳۳۰ھ مطابق ہاڑ سمت ۱۹۶۹ بکرمی۔ موافق جولائی ۱۹۱۲ء

حسب فرمائش

[illegible] جناب بابو غلام حسن صاحب [illegible] پنجاب

مطبع رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

مکمل تاریخ کشمیر

حصہ سوم

دیباچہ

ارادہ یہ تھا کہ حکومت سکھاں اور حکومت خاندان ڈوگرہ کا تذکرہ ایک ہی جلد یعنی تیسرے حصہ میں قلمبند کر کے تاریخ کشمیر کو مکمل کر دیا جائے۔ لیکن موجودہ حکو[مت] کے فرمانرواؤں خصوصاً موجودہ مہاراجہ صاحب بہادر کی حکومت کے تفصیلی حالات حسب خواہش دستیاب نہیں ہو سکے اور اُدھر احباب بھی تیسرے حصہ کے لئے از حد بے صبری و اصرار ظاہر فرما رہے ہیں۔ بلکہ بعض حضرات نے قیمتیں بھی ارسال کر دی ہیں۔ اس لئے کامل دو ماہ کی شبانہ روز محنت اور آنکھوں کا نقصان کرنے اور عینک کے استعمال پر مجبور ہو جانے کے بعد تاریخ کشمیر کا تیسرا حصہ نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔

قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہمان کے جو تھا میسّر رکھ دیا

اس حصہ کے تیار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تاریخوں اور کتابوں کی ورق گردانی کی گئی ہے۔

۱۔ تاریخ گلشن پنجاب اردو۔ ۲۔ سیرالواعظین اردو۔ ۳۔ عمدۃ التواریخ پنجاب فارسی۔ ۴۔ گلدستہ کشمیر اردو۔ ۵۔ گلزار کشمیر فارسی۔ ۶۔ تاریخ جدولی کشمیر فارسی ۷۔ تاریخ کبیر کشمیر فارسی۔ ۸۔ سوانح عمری ہری سنگھ نلوہ اردو۔ ۹۔ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ اردو۔ ۱۰۔ رئیسان پنجاب اردو۔ ۱۱۔ تاریخ راجگان راجور۔

مکمل تاریخ کشمیر

حصہ سوم

دیباچہ

ارادہ یہ تھا کہ حکومت سکھاں اور حکومت خاندان ڈوگرہ کا تذکرہ ایک ہی جلد یعنی تیسرے حصہ میں قلمبند کر کے تاریخ کشمیر کو مکمل کر دیا جائے لیکن موجودہ حکومت کے فرمانرواؤں خصوصاً موجودہ مہاراجہ صاحب بہادر کی حکومت کے تفصیلی حالات حسب خواہش دستیاب نہیں ہو سکے اور ادھر احباب بھی تیسرے حصہ کے لئے ازحد بے صبری و اصرار ظاہر فرما رہے ہیں بلکہ بعض حضرات نے قیمتیں بھی ارسال کر دی ہیں۔ اس لئے کامل دو ماہ کی شبانہ روز محنت اور آنکھوں کا نقصان کرنے اور عینک کے استعمال پر مجبور ہو جانے کے بعد تاریخ کشمیر کا تیسرا حصہ نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔

قطرۂ خون جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہمان کے جو تھا میسّر رکھ دیا

اس حصہ کے تیار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تاریخوں اور کتابوں کی ورق گردانی کی گئی ہے۔

۱۔ تاریخ گلشن پنجاب اردو ۔ ۲۔ سیر الواعظین اردو ۔ ۳۔ عمدۃ التواریخ پنجاب فارسی ۔ ۴۔ گلدستہ کشمیر اردو ۔ ۵۔ گلزار کشمیر فارسی ۔ ۶۔ تاریخ جدولی کشمیر فارسی ۷۔ تاریخ کبیر کشمیر فارسی ۔ ۸۔ سوانح عمری ہری سنگھ نلوہ اردو ۔ ۹۔ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ اردو ۔ ۱۰۔ رئیسان پنجاب اردو ۔ ۱۱۔ تاریخ راجگان راجور۔

۱۲۔ ویلی آف کشمیر انگریزی ۱۳۔ تذکرہ صنعت و حرفت کشمیر مصنفہ ڈاکٹر اے مترا صاحب انگریزی۔

اس حصہ میں صرف سکھوں کے ۲۷ سالہ عہد حکومت کشمیر کا ذکر ہے۔ چوتھے حصہ میں مہاراجہ گلاب سنگھ مہاراجہ رنبیر سنگھ آنجہانیاں اور سری حضور ہز ہائنس مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر موجودہ فرمانروائے جموں و کشمیر اور اُنکے عہد حکومت کے تمام گورنروں کا حال درج ہوگا۔

اس سے پہلے تاریخ کشمیر کے دو حصے چھپ چکے ہیں۔ میں پبلک اور بالخصوص اہل خطہ حضرات اور ان میں سے بھی اپنے مکرم دوست شیخ خان محمد صاحب ڈپٹی پوسٹماسٹر شملہ کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔ جنہوں نے ذاتی خریداری کے علاوہ ہر دو حصہ کے خریداروں کی معقول تعداد کی طرف سے پیشگی قیمت بذریعہ منی آرڈر عطا فرمائی۔

مختلف تاریخوں کے مطالعہ سے جسقدر قابل تذکرہ واقعات مل سکے ہیں سب درج کر دیئے ہیں۔ تاہم اگر کسی صاحب کو مزید حالات معلوم ہو سکیں تو وہ اطلاع دیں۔ شکر گذاری کے ساتھ دوسرے ایڈیشن میں درج کئے جائینگے۔

محمد الدین فوق

دفتر کشمیری میگزین لاہور

مؤرخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۱۲ء

مکمل تاریخِ کشمیر

حصّہ سوم

دَورِ حکومت فرمانروایانِ خالصہ

(مدتِ حکومت ۲۷ سال)

از ۱۸۱۹ء / ۱۲۳۴ھ لغائت ۱۸۴۶ء / ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۷۶ سمہ بکرمی لغائیت ۱۹۰۲ سمہ بکرمی

تمہید

ایک کشمیری شاعر کہتا ہے ؎

پُرسیدم از خرابئ گلشن ز باغبان ‌‌ ‌ افغاں کشید و گُفت کہ افغاں خراب کرد

اسی طرح ایک اور محب الوطن کشمیری شاعر اُردو میں کہتا ہے۔ ؎

شامت اعمال سے افغان حاکم ہوگئے ‌ ‌ آئے وہ اور طالع بیدار اپنے سو گئے

یہ دونوں شعر افغانوں کے مظالم کا ایک روشن آئینہ ہیں۔ اس آئینہ سے وہ صورت صاف اور نمایاں طور پر نظر آتی ہے جس نے اہل کشمیر کے دل ہلا دیئے تھے جس نے ملک میں ایک شور اور طوفان پیدا کر دیا تھا۔ جس نے لاکھوں بندگان خدا کی دل آزاری اور مردم کشی پر کمر باندھ لی تھی۔ اور جو ایسی گھناؤنی ڈراؤنی اور مہیب و خوفناک ہے کہ بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

نظر آتی تو ہے تصویر لیکن ‌ ‌ یہ ہے انسان کی یا جانور کی

افغانی دَور میں وحشت و جہالت نہ صرف رعایا ہی میں تھی بلکہ حاکموں میں دس گنا

۱۲۔ ویلی آف کشمیر انگریزی ۱۳۔ تذکرہ صنعت و حرفت کشمیر مصنفہ ڈاکٹر اے مترا صاحب انگریزی۔

اس حصہ میں صرف سکھوں کے ۲۷ سالہ عہد حکومت کشمیر کا ذکر ہے۔ چوتھے حصہ میں مہاراجہ گلاب سنگھ مہاراجہ رنبیر سنگھ آنجہانیاں اور سری حضور ہزہائینس مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر موجودہ فرمانروائے جموں و کشمیر اور اُنکے عہد حکومت کے تمام گورنروں کا حال درج ہوگا۔

اس سے پہلے تاریخ کشمیر کے دو حصے چھپ چکے ہیں۔ میں پبلک اور بالخصوص اہل خطہ حضرات اور ان میں سے بھی اپنے مکرم دوست شیخ خان محمد صاحب ڈپٹی پوسٹماسٹر شملہ کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔ جنہوں نے ذاتی خریداری کے علاوہ ہر دو حصہ کے خریداروں کی معقول تعداد کی طرف سے پیشگی قیمت بذریعہ منی آرڈر عطا فرمائی۔

مختلف تاریخوں کے مطالعہ سے جسقدر قابل تذکرہ واقعات مل سکے ہیں سب درج کردیئے ہیں۔ تاہم اگر کسی صاحب کو مزید حالات معلوم ہوسکیں تو وہ اطلاع دیں۔ شکر گذاری کے ساتھ دوسرے ایڈیشن میں درج کیئے جائینگے۔

محمد الدین فوق

دفتر کشمیری میگزین لاہور

مورخہ ۱۰ رجولائی سنہ ۱۹۱۲ء

مکمّل تاریخِ کشمیر

حصّہ سوم

دورِ حکومت فرمانروایان خالصہ

(مدتِ حکومت ۲۷ سال)

از ۱۸۱۹ء/۱۲۳۴ھ لغائیت سنہ ۱۸۴۶ء/۱۲۶۲ھ مطابق سنہ ۱۸۷۶ بکرمی لغائیت سنہ ۱۹۰۲ بکرمی

تمہید

ایک کشمیری شاعر کہتا ہے ؎

پُرسیدم از خرابیٔ گلشن ز باغبان   افغان کشید و گُفت کہ افغان خراب کرد

اسی طرح ایک اور محب الوطن کشمیری شاعر اردو میں کہتا ہے ؎

شامت اعمال سے افغان حاکم ہو گئے   آئے وہ اور طالعِ بیدار اپنے سو گئے

یہ دونوں شعر افغانوں کے مظالم کا ایک روشن آئینہ ہیں۔ اس آئینہ سے وہ صورت صاف اور نمایاں طور پر نظر آتی ہے جس نے اہل کشمیر کے دل ہلا دیئے تھے جس نے ملک میں ایک شور اور طوفان پیدا کر دیا تھا۔ جس نے لاکھوں بندگان خدا کی دل آزاری اور مردم کشی پر کمر باندھ لی تھی۔ اور جو ایسی گھناؤنی ڈراؤنی اور مہیب و خوفناک ہے کہ بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

نظر آتی تو ہے تصویر لیکن   یہ ہے انسان کی یا جانور کی

افغانی دور میں وحشت و جہالت نہ صرف رعایا ہی میں تھی بلکہ حاکموں میں دس گنا

زیادہ تھی۔ ہندوؤں کو شکایت تھی کہ مسلمان حاکم اُن سے برسر پرخاش رہتے اور اُن کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ یہ سچ ہے لیکن یہ دل آزاری جسقدر تھی صرف متمول ہندوؤں سے روپیہ حاصل کرنے کے لئے تھی۔ غریب مسلمانوں کے پاس روپیہ کہاں جن کے پاس تھا اُن کا بھی یہی حال تھا۔ جو ہندوؤں کا تھا۔ اور جو مفلس وقلاش تھے۔ اُن سے اور بھی بدتر سلوک ہوتا تھا۔ اُن غریبوں کو بیگار میں پکڑا جاتا تھا۔ نہ اُن کی پختہ فصلوں نہ اُن کی شادی غمی کی تقریبوں اور نہ اُن کی دیگر ضروریات و مصروفیتوں کا خیال کیا جاتا تھا۔ یہ سختی اور یہ ظلم فی الواقعہ ناقابل برداشت تھا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو افغانوں کے ان مظالم پر اپنا قہر وغضب دکھانا اور ان کو کشمیر سے نکالنا مقصود تھا۔ اس لئے پنڈت بیر بر اور اس کی جماعت کو افغانوں کی شامتِ اعمال کا ایک مجسم نمونہ بنا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس لاہور بھیجا۔ جس نے ملک اور اہل ملک کو ان ناخدا ترسوں کے پنجہ سے رہائی دی۔

لیکن جس مرض کے دُور کرنے کے لئے پنڈت بیر بر لاہور سے ڈاکٹر کو لینے گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر اور اس کے جانشین ملک الموت سے کچھ کم ثابت نہ ہوئے۔

ع ہم نے رہبر جسے سمجھا تھا وہ رہزن نکلا

افغانوں کی حکومت اگر تلخ گھونٹ کے مشابہ تھی تو خالصہ بہادر زہر میں بجھے ہوئے تیر نکلے۔ ان کے دَور میں کشمیر کی جو حالت ہوئی اُس کو کشمیری شاعر کے ایک شعر میں بیان کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ؎

لوزرہ بر جان مردوزن افتاد خلق را شور محشر آمد یاد

افغانوں کے دَور حکومت میں ظلم وستم کی جو کسر رہ گئی تھی۔ اُسکو سکھوں نے اپنے عہد میں تکمیل . . . . تک پہنچایا اور خصوصاً سردار ہری سنگھ نلوہ اور جمعدار خوشحال سنگھ نے تو وہ ستم ڈھائے کہ کشمیر میں نہ عزت رہنے دی نہ ثروت۔ ہندو مسلمان جس کسی کے پاس دولت کا پتہ ملا چھین لی۔ نامدار رئیسوں کو تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ بیگار کی رسم کو اُنہوں نے اور بھی ترقی دی۔ اسلامی عبادتگاہوں کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ دیکھنے . . . . . والے دیکھتے تھے اور انگشت بدنداں

رہ جاتے تھے۔ تعصب و ناانصافی کا وہ دور دورہ ہوا کہ عدل و انصاف ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ اور جب تک یہ ہوائی سلطنت نیست و نابود نہ ہو گئی۔ باہر نہ نکلے۔

آخر خدا نے غریب اہل ملک کی سُنی۔ ان کی خطائیں معاف ہوئیں۔ انکے صفحہ جرم پر عفو کی سیاہی پھیری گئی۔ اور کامل ۲۷ سال کی مصیبت و پریشانی تباہی و بربادی اور بدامنی و اضطراب کے بعد یہ ملک جس کو جنت نظیر کہتے ہیں لیکن جسکے باشندوں کی نسبت کہا جاتا تھا ؎

یہ ساکنان خطۂ جنت کو کیا ہوا
دوزخ کی طرح جل رہے ہیں غم کی آگ میں

ایک ایسے بااقبال اور حق بحقدار شخص کے قبضہ میں آیا جسکے اپنے زمانہ میں تو نہیں البتہ پوتے کے دور حکومت میں کشمیر کو بہتری و ترقی کے وہ تمام سامان مہیا ہو گئے۔ جو سرکار انگریزی کے مقبوضات میں ہر جگہ اور ہر مقام پر پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک کشمیری شاعر کہتا ہے ؎

مدرسے کشمیر اور جموں میں جاری کر دیئے
مُفت جنس علم ملتی ہے یہ وہ بازار ہے
سختیاں عہد گذشتہ کی مٹا دی ہیں تمام
وہ بھی مٹ جانیکو ہے تھوڑی سی جو بیگار ہے
اس سے بڑھکر اور کیا آسائشیں ہونگی کہیں
ڈاک ہے پل ہے سڑک ہے ہسپتال ہے تار ہے

خاندان مہاراجہ رنجیت سنگھ

سکھ مذہب کے بانی گورونانک صاحب رحمتہ اللہ علیہ صوفی مشرب بزرگ تھے اُن کی ساری عمر فقراؤ صلحا کی صحبت میں بسر ہوئی وہ حقیقت شناسی کا ایک سمندر تھے۔ جس سے عرفان و تصوف کی لہریں اور موجیں نکلتی تھیں۔ اُنکی صلح منشی اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا۔ کہ ہندو اِن کو ہندو اور مسلمان اُن کو مسلمان سمجھتے تھے۔ پچاس ساٹھ سال کے عرصہ تک گورونانک صاحب کے جانشین بھی فقیرانہ و صوفیانہ زندگی بسر کرتے اور اسی طریق کی تلقین کرتے رہے لیکن ۱۶۰۶ء کے بعد جب گورو ارجن صاحب کا بیٹا گورو ہرگوبند جانشین ہوا۔ تو اُس نے

اپنی بہت بڑی جمعیت دیکھکر اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ چنانچہ فقیرانہ سلسلہ سپاہیانہ وضع سے تبدیل ہوگیا اور گوشت کھانے کی عام اجازت ہوگئی۔ گورو تیغ بہادر کے زمانہ میں ہاتھی گھوڑے نقارہ اور نوبت اور نشان اور پانچ سات سو سپاہی اس فرقہ کے جانشینوں کے پاس ہر وقت رہتے تھے۔ عالمگیر اورنگ زیب جو نہایت دُور بین بادشاہ تھا۔ گورو تیغ بہادر جی کی ان شاہانہ علامتوں سے کھٹکا۔ اور دو ایک لڑائیوں کے بعد جو گورو تیغ بہادر اور بادشاہ کی فوجوں میں ہوئیں۔ گورو صاحب قتل کئے گئے۔ گورو گوبند سنگھ صاحب باپ کے جانشین ہوئے۔ اُنھوں نے باپ کا انتقام لینے کے لئے اپنے چیلوں اور مریدوں کو مرنے مارنے پر آمادہ کر کے مسلمانوں سے بہت لڑائیاں کیں اور اورنگ زیب کی مخالفت کی وجہ سے دارا شکوہ کو بھی امداد دی۔ آخر بادشاہی افواج سے تنگ آکر حیدر آباد چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ گورو گوبند سنگھ کے بعد بندا ایک شخص پیدا ہوا۔ جسکو مسلمانوں سے اس قدر کینہ تھا۔ کہ ان کے دیہات لوٹتا تھا۔ مسجدوں کو مسمار کرتا تھا۔ مسلمان بچوں اور حاملہ عورتوں کو ہلاک کرنے سے مطلق خوف نہیں کرتا تھا۔ قبروں سے نعشیں نکلوا کر ان کی بے عزتی کرتا تھا۔ آخر فرخ سئیر نے اس سفاک سے انتقام لیا۔ اور اس کو اس عبرت ناک موت سے ہلاک کرایا کہ اُس کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بندا کے بعد سکھوں نے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی اختیار کر لی۔ الگ الگ ان کے سردار ہو گئے۔ مذہبی حرارت کا ان میں بڑا جوش تھا۔ پنجاب کو تہ و بالا کرنے میں اس فرقہ نے نمایاں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ برسوں تک کی خونریزیوں اور لڑائیوں کے بعد اُنھوں نے اپنی کئی ریاستیں قائم کر لیں۔ احمد شاہ ابدالی انکی سزا دہی کے لئے کئی دفعہ افغانستان سے پنجاب میں آیا۔ لیکن اُس کی واپسی پر سکھ بدستور فتنہ و فساد میں مصروف ہو جاتے رہے۔ ان سرکشوں میں رنجیت سنگھ کا پردادا نودہ سنگھ بھی تھا۔ نودہ سنگھ ضلع امرتسر کے ایک معزز زمیندار گلاب سنگھ مجیٹھیہ کا داماد تھا۔ اسلئے ہم چشموں میں اسکی خاص وقعت تھی۔ نودہ سنگھ نے غارت گری کی وجہ سے خاص شہرت اور ناموری حاصل کر لی تھی۔ اس کا باپ بڈھا سنگھ بھی بڑا دلیر

ڈاکو تھا۔ وہ لوگوں کا مال مویشی بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اپنے خاندان میں یہی شخص تھا جس نے سب سے پہلے ۱۷۶ء میں بمقام امرتسر پوہل لیکر سکھ مذہب قبول کیا تھا۔ بڈھا سنگھ ۱۷۱۶ء اور نودھ سنگھ ۱۷۵۲ء میں مر گیا۔ چڑت سنگھ نے بھائیوں کے اتفاق سے گوجرانوالہ میں ایک قلعہ بنایا۔ جس میں لوٹ گھسوٹ کا اسباب رکھا۔ خواجہ عابد کے حکم سے (جو احمد شاہ ابدالی کی طرف سے لاہور کا صوبیدار تھا) بہت سے حملوں کے بعد یہ قلعہ آخر مسمار کر دیا گیا۔ پھر خواجہ عابد نے گوجرانوالہ پر چڑھائی کی۔ لیکن جب کل سکھ فوج اپنے ہم قوموں سے مل گئی۔ تو خواجہ عابد پریشان ہو کر واپس لاہور آ گیا۔

جب ۱۷۶۲ء میں احمد شاہ ابدالی سُکھ جیون ناظم کشمیر کی آنکھیں نکلوانے راجہ رنجیت دیو والئ جموں کو مطیع کرنے اور دیوان کابلی مل کو صوبہ لاہور مقرر کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔ تو سکھوں نے پھر سر اُٹھایا اور زین خاں حاکم سرہند کو قتل کرنے کے بعد لاہور اور سرہند پر قبضہ کر لیا۔ انہیں دنوں شاہان دہلی چونکہ خانہ جنگیوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ شیرازہ سلطنت بالکل بکھر چکا تھا۔ اس لئے سکھوں کو بالکل آزادی تھی۔ اور جس طرح چاہتے تھے ملک میں لوٹ مار مچاتے تھے۔

چڑت سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا مہاں سنگھ صرف نو سال کا تھا۔ کاروبار ریاست اس کی ماں اور ایک دو سرداروں کے اتفاق سے سرانجام ہوتے رہے۔ ۱۷۷۶ء میں مہاں سنگھ کی شادی جیند والے کی لڑکی سے ہوئی۔ اس کے بعد مہاں سنگھ نے قلعہ رسول نگر (متصل وزیر آباد) کو چار مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ قلعہ کے فتح ہوتے ہی اسکی طاقت بڑھ گئی اور بھنگی مثل کے سردار بھی جو موقع پا کر سرکش ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے مطیع ہو گئے ۱۷۸۰ء میں سدا کور (جیند والے کی لڑکی) کے بطن سے وہ اقبالمند بیٹا پیدا ہوا جس نے ڈکیتی و غارتگری کو اوج سلطنت پر پہنچایا۔ اس کا نام رنجیت سنگھ رکھا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں رنجیت سنگھ کو اس شدت سے چیچک نکلی کہ زیست کی کوئی اُمید نہ تھی۔ آخر اس عارضہ سے نجات پائی مگر ایک آنکھ جاتی

رہی۔لیکن حقیقت یہ ہے۔کہ اسکی بصارت ظاہری جسقدر کم تھی۔اس سے زیادہ اس کی بصیرت باطنی روشن تھی۔لیکن افسوس اس کے ناعاقبت اندیش جانشینوں نے اسکی تمام محنت برباد کردی۔رنجیت سنگھ بارہ سال کا تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔کچھ عرصہ تک اسکی ماں کاروبار کرتی رہی۔جب وہ سترہ سال کا ہوا۔تواُس نے اپنی ماں کو جس کی بدکاری و بدچلنی سارے شہر میں مشہور تھی۔زہر دلوا کر مار ڈالا۔اور امورات ملکی اپنے ہاتھ میں لئے۔

رنجیت سنگھ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح شجاعت وجوانمردی میں بے نظیر تھا۔اس پر یاوری بخت نے بھی مساعدت کی۔اطراف واکناف کے شہر و دیہات میں تاخت وتاراج مچادی اور بہت سے علاقے مستقل طور پر اپنے قبضہ میں لے آیا۔

۱۷۹۸ء میں جب شاہ زمان والی کابل مراجعت فرمائے وطن ہوا۔تو بہ سبب طغیانی اس کی چند توپیں دریائے جہلم میں رہ گئی تھیں۔اُس نے رنجیت سنگھ کو لکھا کہ اگر تم ہماری توپیں دریا سے نکلوا کر بحفاظت ہمارے پاس بھجوادوگے۔تو اس خدمت کے عوض لاہور پر قبضہ کرنے کی تمکو اجازت دی جائیگی جس کی تم بارہا تمنا اور خواہش ظاہر کرچکے ہو۔رنجیت سنگھ نے اس موقعہ کو تائید ایزدی سمجھ کر اُس کی بارہ توپوں میں سے آٹھ توپیں بمشکل تمام نکلوا کر اُس کے پاس بھجوا دیں۔بادشاہ نے اپنے وعدے کے موافق لاہور کا پروانہ لکھدیا۔اُسوقت لاہور سہ حاکمان چیت سنگھ گوجر سنگھ اور صاحب سنگھ کے ماتحت تھا۔اہل شہر اس دوعملی بلکہ سہ عملی کے مظالم سے سخت مجبور وناچار تھے۔جب سُنا کہ رنجیت سنگھ لاہور پر قبضہ کرنیوالا ہے۔توسب اُسکا ساتھ دینے کو مستعد ہوگئے۔یہ تینوں حاکم بقول مصنف تاریخ گلشن پنجاب "عیاش بدکار۔نالائق پست ہمت اور کم حوصلہ تھے۔ایسے آدمیوں پر رنجیت سنگھ جیسے آدمی کا فتح مند ہونا ذرا مشکل نہ تھا۔چنانچہ رنجیت سنگھ نے اپنی ساس سدا کور کی فوج کی امداد سے بغیر کسی سخت مقابلہ کے لاہور پر قبضہ کرلیا" اور ۱۷۹۹ء مطابق ۱۸۵۶ء بکرمی کو لاہور میں داخل ہوگیا۔اس کے بعد رفتہ رفتہ رنجیت سنگھ نے ملتان۔ہزارہ

اٹک اور دُور دُور کے علاقے فتح کر لئے۔ اور آخر ۱۸۱۹ء میں اُس خطۂ بےنظیر کو بھی اپنے زیر تصرف کر لیا جس کے فتح کرنے کی حسرت سلطان محمود غزنوی جیسا فاتح و شجاع بادشاہ بھی اپنے ساتھ قبر میں لیگیا تھا۔
فتح کشمیر کے بعد تمام پنجاب میں اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ ہر چند کبھی کبھی اس سے بمقتضائے بشریت یا تربیت کامل نہ ہونے کی وجہ سے افعال ناشائستہ بلکہ ظالمانہ و سفاکانہ بھی ظاہر ہوتے تھے۔ مگر پھر بھی غنیمت تھا اور ہزار غنیمت تھا ارکین اور عہدداروں کی بد دیانتیاں دیکھتا کبھی چشم پوشی کر جاتا۔ اور کبھی سزا دے کر پھر مورد الطاف بنا دیتا۔ اس کا رعب اور دبدبہ اسقدر تھا کہ باوجود اسکی اکثر بے عنوانیوں کے اسکی زندگی میں سلطنت کو کوئی زوال نہ آیا۔ بلکہ اس کے مرتے دم تک ترقی ہی ہوتی رہی۔ لیکن اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی اُلٹی مت والے سردار دونوں ہاتھوں سے ملک اور رعایا کو لوٹنے اور تباہ کرنے لگے سکھاشاہی بُرچھا گردی اور اندھیر نگری کے الفاظ اسکے جانشینوں اور اہل کاروں اور ان کے عہد حکومت کیلئے لازمی قرار دیئے گئے چنانچہ اب بھی جہاں کہیں بے ضابطگی یا زیادتی یا ناانصافی ہوتی ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں۔ سکھاشاہی زمانہ تو نہیں ہے۔ آخر جب احکم الحاکمین کو مظلوموں کی تباہی شاق گذری تو وہ سکھوں کی خودسری و نخوت اور بے رحمی سے ایسے ایسے کام ظہور میں لایا۔ جن کا انجام سلطنت سکھاں کی بربادی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت کو ایک ہی سال گذرا تھا۔ کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ بھی مرگیا۔ اور اُس کے دوسرے ہی دن کنور نونہال سنگھ اُس کا بیٹا بھی اتفاقیہ موت یا کسی سازش کی وجہ سے اس جہاں سے چلدیا۔ کچھ دنوں تک رانی چند کور نے حکومت کی۔ لیکن شیر سنگھ نے اُس کو بے دخل کر کے خود حکومت سنبھال لی پے در پے اور متواتر حادثات اور سندھانوالیوں اور ڈوگرہ خاندان کے باہمی مناقشوں سے افواج بھی خودسر ہوگئیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چالیس سال کے عرصہ میں اپنی زبردست سلطنت پشاور۔ ہزارہ۔ ملتان۔ کوہستان۔ کانگڑہ۔ جموں۔ کشمیر تک قائم کی تھی۔ لیکن اس کی ناخلف اولاد اس کے بعد سات سال تک بھی اس سلطنت

کو نہ سنبھال سکی۔ آخر جب قہر حق اور غضب الہٰی نے بد اعمالوں کو اُنکے افعال
ناروا کی قرار واقعی سزا دے لی۔ تو سرکار انگلشیہ پنجاب اور کشمیر اور دیگر سکھ
مقبوضات پر قابض ہو گئی۔ رانی جنداں کو نظر بند کر دیا گیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو
چار لاکھ روپیہ کا سالانہ وظیفہ دیکر پنجاب سے باہر بھیج دیا گیا۔ اور راجہ گلاب سنگھ
کو کشمیر کا بے نظیر ملک ۷۵ لاکھ روپیہ کے معاوضہ میں دے کر وہاں کا با اختیار
مہاراجہ بنا دیا گیا۔ جیسا کہ تاریخ ہذا کے آخری صفحوں سے معلوم ہوگا۔

شجرہ نسب مہاراجہ رنجیت سنگھ

دگاہ [1]
|
راجدہ - وفات سنہ ۱۶۲۰ء
|
تخت مل
|
بہارا مل
|
بڈھا سنگھ
|
چندا سنگھ (جس سے سندھانوالیہ خاندان شروع ہوا) — نودہ سنگھ
|
چڑت سنگھ سوکر چکیہ مثل کا حاکم
|
مہان سنگھ
|
مہاراجہ رنجیت سنگھ

[1] یہ شجرہ نسب تاریخ رئیسان پنجاب اور تاریخ گلشن پنجاب سے مرتب کیا گیا ہے۔ رئیسان پنجاب میں جو حالات ہیں وہ چونکہ نہائیت تحقیقات اور سرکاری کاغذات سے مرتب کئے گئے ہیں۔ اس لئے اُسی کے نام برقرار رہنے دیئے گئے ہیں۔ گلشن پنجاب میں دگاہ کا نام گدا اور تخت مل کا نام پھٹ اور بہارا کا نام برا اور بڈھا کا بدھ سنگھ درج ہے۔ لیکن اس کے مقابل میں رئیسان پنجاب کے نام زیادہ معتبر اور تحقیق شدہ ہیں۔ دگاہ سے پہلے شجرہ نسب کے جو نام ہیں۔ اُن میں بہت اختلاف ہے۔ اسلئے سلسلہ نسب دگاہ ہی سے شروع کر دیا گیا ہے۔ جہاں دونوں تاریخوں کا اتفاق ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب فرمانروائے کشمیر

ایام حکومت ۲۰ سال از ۳۰ جون ۱۸۱۹ء ۱۲۳۴ھ لغائیت ۱۸۳۹ء ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۷۶ بکرمی لغائیت ۱۵ ہاڑ ۱۸۹۶ بکرمی

۱۸۱۹ء میں حکومت کشمیر مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب کے قبضۂ اقتدار میں آئی۔ رنجیت سنگھ بذات خود نہائیت عالی ہمت۔ جابر منتظم۔ فیاض اور نیک نیت تھا لیکن اسکے اہل کار اور ناظم جو وقتاً فوقتاً صوبۂ کشمیر پر حکمران رہے۔ سوائے کرنیل میاں سنگھ کے سب کے سب رعایا کی آبادی وخوشحالی سے اپنی مرفع الحالی کی زیادہ خواہش رکھتے تھے۔ بعض ناظموں میں حکومت کی پوری قابلیت تھی۔ لیکن کشمیری آب وہوا سے متاثر ہوکر اپنے ہی عیش وعشرت میں مست رہتے تھے۔ اور رعایا کی بہبودی و آسائیش کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔

مہاراجہ کی طرف سے کشمیر کا جو سب سے پہلا منتظم مقرر ہوا وہ مصر دیوانچند تھا۔ چند دنوں کے بعد وہ حسب الطلب لاہور چلا گیا اور انتظام ملک کے لئے دیوان موتی رام ناظم کشمیر نامزد ہوا۔

رنجیت سنگھ خود کبھی کشمیر نہیں آیا۔ پونچھ تک آتا رہا۔ پہلی دفعہ تو شکست کھاکے واپس چلا گیا۔ اور دوسری مرتبہ شاہزادہ شیر سنگھ کی نظامت کشمیر کے زمانہ میں کشمیر آنے کیلئے تیار ہوا لیکن جب پونچھ پہنچا۔ تو وہاں سے جمعدار خوشحال سنگھ کو یہ کہکر کشمیر روانہ کیا کہ ہم ابھی آتے ہیں تم وہاں کا انتظام درست کرو لیکن ابھی پونچھ سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ جمعدار کے مظالم کی رپورٹیں آنی شروع ہوئیں۔ اس لئے وہیں سے واپس چلا آیا۔ ۱۸۳۹ء مطابق ۱۸۹۶ بکرمی کے ماہ ہاڑ کے پندرھویں تاریخ کو دو ہفتہ کی علالت کے بعد لاہور میں انتقال کیا۔ چار رانیاں اور گیارہ کنیزیں مہاراجہ کی لاش کے ساتھ ستی ہوگئیں۔ تاریخ وفات حسب ذیل ہے۔

چوں شئہ پنجاب شد از شش جہت	سال فوتش کرد بامن عقل ونقل!
بے سروپا شد ز قوت شاہ جیت	بخت وتخت وتاج وملک وحلم وعدل

مہاراجہ کی اولاد حسب ذیل تھی۔

اولاد مہاراجہ رنجیت سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ

- مہاراجہ کھڑک سنگھ — پیدائش ۱۸۰۲ء — وفات ۱۸۴۰ء
  - کنور نونہال سنگھ — پیدائش ۱۸۲۱ء — وفات ۱۸۴۰ء
- ایسر سنگھ — پیدائش ۱۸۰۴ء — وفات ۱۸۰۵ء
- مہاراجہ شیر سنگھ — پیدائش ۱۸۰۷ء — وفات ۱۸۴۳ء
  - پرتاب سنگھ — پیدائش ۱۸۳۱ء — وفات ۱۸۴۳ء
  - دیوا سنگھ — پیدائش ۱۸۴۲ء
  - سہدیو سنگھ — پیدائش ۱۸۴۱ء — ۱۸۸۲ء تک بنارس میں موجود تھے۔
- تارا سنگھ — پیدائش ۱۸۰۷ء — وفات ۱۸۵۹ء
- پشورا سنگھ — وفات ۱۸۴۵ء
  - جگجوت سنگھ — پیدائش ۱۸۴۳ء
- کشمیرا سنگھ — وفات ۱۸۴۴ء
  - فتح سنگھ — پیدائش ۱۸۴۲ء
- ملتانا سنگھ — پیدائش ۱۸۱۹ء — وفات ۱۸۴۶ء
  - کشن سنگھ — پیدائش ۱۸۴۰ء
  - کیسر سنگھ — پیدائش ۱۸۴۲ء
  - ارجن سنگھ کنیزک زادہ — پیدائش ۱۸۴۰ء
- مہاراجہ دلیپ سنگھ — پیدائش ۱۸۳۷ء بمقام لاہور — وفات ۱۸۹۳ء بمقام لنڈن
  - پرنس وکٹر دلیپ سنگھ

صوبیدار جو بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ حکومت کشمیر پر مامور رہے

نمبر شمار	نام صوبہ	مدت حکومت	کس سنہ سے کس سنہ تک
۱	مصر دیوانچند	چند ماہ عارضی طور پر	۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۳۴ھ موافق ۱۸۷۶ بکرمی
۲	دیوان موتی رام	ایک سال دو ماہ	۱۸۱۹ء لغایت ۱۸۲۰ء
۳	سردار ہری سنگھ نلوہ	دو سال	۱۸۲۰ء لغایت ۱۸۲۱ء
۴	دیوان موتی رام بار ثانی	دو سال	۱۸۲۲ء لغایت ۱۸۲۴ء
۵	دیوان چونی لعل	دو سال	۱۸۲۵ء لغایت ۱۸۲۷ء
۶	دیوان کرپارام	تین سال دس ماہ	۱۸۲۷ء لغایت ۱۸۳۱ء
۷	بھیما سنگھ اردلی	ایک سال	۱۸۳۱ء لغایت ۱۸۳۱ء
۸	شاہزادہ شیر سنگھ	دو سال دو ماہ	۱۸۳۲ء لغایت ۱۸۳۴ء
۹	کرنل میاں سنگھ	سات سال چار دن	۱۸۳۴ء لغایت ۱۸۴۱ء

مصر دیوان چند ظفر جنگ بہادر

(۳۰ جون ۱۸۱۹ء سے قریباً تین ماہ تک)

فاتحان کشمیر میں مصر دیوان چند کا نام بھی جلی حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے اس کو ظفر جنگ بہادر کا خطاب ملا ہو الغا حملۂ کشمیر کے وقت قریباً نصف فوج اس کے زیر حکم تھی۔ جب ۳۰ جون ۱۸۱۹ء کو سلطنت خالصہ کا کشمیر پر پورا عمل دخل ہوگیا تو وہاں کے ملکی انتظام کے لئے عارضی طور پر مصر دیوان چند کو صوبۂ کشمیر قرار دیا گیا۔ مہاراجہ نے مالی انتظام اور دریافت آب و ہوا کے لئے دیوان دیوی داس[۱] اور فقیر عزیز الدین[۲] انصاری کو کشمیر روانہ کیا۔

---

[۱] دیوان دیوی داس مہاراجہ کے مقربین خاص میں سے تھا۔ جب شاہ زمان کابلی سے نواح راولپنڈی میں مہاراجہ کی ملاقات ہوئی ہے۔ تو دیوان بھوانی داس کے ہمراہ دیوان دیوی داس بھی شاہ کے استقبال کو گیا تھا۔ جب لاہور میں مہاراجہ نے (بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۴۱ پر)

چنانچہ عمدۃ التواریخ (جو بزبان فارسی عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ایک لاجواب تاریخ ہے) میں لکھا ہے "فقیر عزیز الدین انصاری بنا بر دریافت آب و ہوائے کشمیر جنت نظیر و انتظام بعضے مہام رخصت گشت" دوسری جگہ لکھا ہے "دیوان دیوی داس را کہ در حساب دانی ید طولیٰ نمایاں میدارد بطرف کشمیر روانہ گردید۔ و ارشاد فیض انقیاد عالی صادر شدہ کہ کیفیت مداخل و مدارج خطہ کشمیر بوجہ احسن دریافتہ الخ" مصر دیوان چند کے عہد حکومت ہی میں فتح کشمیر کی یہ تاریخ بھی لالہ سوہن لعل سوری مصنف عمدۃ التواریخ کے والد نے موزوں کی تھی ـــ۵

زہے ــ۱ فیروزی و فتح و نصرت — کہ تسخیر کشمیر گشتہ بہ سرعت

خرد گفت تاریخ ایں فتح ابدی — کہ باد آفرین شاہ گیتی بنصرت

سکھوں نے کشمیر میں اودھم مچانا شروع کر دیا۔ باغ و بہار اور گل و گلزار اور گوناگوں میوجات دیکھ کر جیتے جی اپنے آپ کو بہشت میں تصور کرنے لگے۔ اور حکومت کی ترنگ میں لوٹ کھسوٹ مچانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ نرمی و ملائمت سے

شجاع الملک سے کوہ نور ہیرا طلب کرنے کے لئے چھ آدمیوں کو بھیجا۔ تو اُن میں ایک دیوی داس بھی تھا۔ دیوی داس اکثر فوجی کاموں پر بھی مامور رہا۔ سمت ۱۸۸۷ بکرمی مطابق ۱۸۳۰ء میں امرتسر میں انتقال کر گیا۔ بھوانیداس اس کا بھائی تھا۔ اور یہ دونوں دیوان ٹھاکر داس کے بیٹے تھے۔ جو احمد شاہ اور تیمور شاہ کا دیوان تھا۔

ـــ۲ فقیر عزیز الدین جامع کمالات صوری و معنوی تھے کسی کی مخالفت کبھی نہیں کی۔ سوائے لفظ خیر کے کبھی کوئی کلمہ زبان سے نہ نکلا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایسے مصاحبوں پر فخر تھا۔ اور بجا فخر تھا۔ فقیر عزیز الدین کا والد غلام محی الدین بخارا سے آکر پہلے اوچ اور پھر سنہ ۱۵۵۰ء سے جونیاں ضلع لاہور میں اقامت گزین ہوا۔ جس نے ایک فقیر امانت شاہ قادری کا مرید ہو کر اپنے نام کے ساتھ بھی فقیر کا لفظ ایزاد کر لیا۔ جو اب تک اعزاز کے ساتھ قائم ہے۔ جب تک سکھوں کی سلطنت قائم رہی عزیز الدین کو کوئی زوال نہ آیا۔ فقیر عزیز الدین کے خاندان سے قریباً تمام لوگ نہایت معزز عہدوں پر ممتاز ہیں۔

ـــ۱ اصل نسخہ عمدۃ التواریخ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے یہاں "بخت" کا لفظ ہوگا جو کاتب سے رہ گیا ہے

مطیع ہو سکتے تھے۔ وہ سختی و تشدد سے اور بھی برافروختہ ہو گئے۔ دیوان دیوی داس نے یہاں کے حالات سے مہاراجہ کو اطلاع دی اور لکھا کہ "کشمیر کا انتظام نہایت ابتر ہے۔ ملک میں فتنہ و فساد جاری ہے۔ اور رعایا پریشان اور مضطرب الحال ہے"۔ مہاراجہ نے حکم بھیجا کہ دیوان مصر چند کو لاہور بلوایا جائے اور وہاں دیوان موتی رام کا تقرر کیا جائے۔

مصر دیوان چند ۱۲۳۴ھ (مطابق ۱۸۷۶ب و ۱۸۱۹ء) کی تیسری ذالحجہ کو لاہور پہنچا۔ اس کے ہمراہ لکھمبہ اور نامدار خان ٹھکر وغیرہ کارداران کشمیر کے معتبر اور بعض اور لوگ تھے۔ مصر دیوان چند نے مہاراجہ کو خوش کرنے کے لئے پچیس لاکھ روپیہ خطہ کشمیر سے وصول کیا۔ جو لاہور آکر مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ کشمیر کے زمینداروں۔ رئیسوں۔ پنڈتوں اور حکیموں سے جو ایک ایک گھوڑا اور نقد روپیہ وصول کیا تھا وہ بھی نذر کیا گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ پنڈت بیربر کی معرفت اور بھی بہت سا روپیہ وصول ہونے کی توقع ہے۔ مہاراجہ روپیہ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور مصر دیوان چند ظفر جنگ بہادر کو فتح جنگ کا خطاب مرحمت کیا[1]۔

دیوان موتی رام بار اول

(ایک سال دو ماہ ۱۸۱۹ء سے ۱۸۲۰ء تک)

مصر دیوان چند کے بعد کشمیر کی نظامت دیوان[2] محکم چند کے بیٹے دیوان موتی رام کو ملی۔

---

[1] مصر دیوانچند کا سمت ۱۸۸۵ بکرمی ماہ ساون مطابق ۱۹ جولائی ۱۸۲۵ء میں بمرض قولنج لاہور میں انتقال ہو گیا۔

[2] دیوان محکم چند مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک نہایت کار آمد جرنیل اور ایک مدبر وزیر تھا۔ ۱۸۰۶ء میں اس کو کلگی۔ شمشیر اور خلعت خاصہ عطا ہوا۔ جب دیوان محکم چند کا انتقال ہوا تو مہاراجہ اس وقت شالامار باغ لاہور میں دسہرہ کا جشن منا رہا تھا۔ مہاراجہ کو خبر ہوئی بہت افسوس کیا۔ اس کے بیٹے دیوان موتی رام کو عنایات کا امیدوار کیا۔ اور تسلی فرمائی۔ چنانچہ اشنان دیوالی کے بعد خلعت خورشید طلعت امرتسر سے لاہور بھیجا۔ دیوان محکم چند کا انتقال سرائے پھلور میں ہوا تھا۔ محکم چند ایک بیوپاری کا بیٹا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن افسروں کی کوشش سے رنجیت سنگھ مہاراجہ کہلایا۔ اُن میں سب سے زیادہ نمایاں نام دیوان محکم چند کا ہے۔

دیوان موتی رام صلح کُل پالیسی کا حاکم تھا۔ لیکن پنڈت بیربر جو اپنی غداریوں کے باعث مہاراجہ کا منظور نظر تھا۔ دیوان موتی رام کا کیا کرایا سب خاک میں ملا رہا تھا۔ مالیہ کی کفالت بیربر کے سپرد ہوئی۔ کچھ ان اختیارات سے اور کچھ اس شہ پر کہ اسی کی غداری و قوم فروشی سے کشمیر پر مہاراجہ کا تسلط ہوا ہے۔ وہ مسلمانوں کو نہایت تنگ کرنے لگا۔ رعایائے کشمیر پٹھانوں کے مظالم بھی بھول گئی۔ مسجدوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اذاں دینے کی سختی سے ممانعت ہوگئی۔ گاؤکشی سخت جرم قرار دی گئی۔ بہت سی مسجدیں خالصہ میں شامل ہوگئیں۔ ایک سنگدل سکھ فولاد سنگھ نامی خانقاہ معلیٰ کے انہدام پر بھی آمادہ ہوگیا۔ لیکن پنڈت بیربر نے بہ اندیشہ فساد عظیم اُس کو اس ارادے سے روک دیا۔ ۱۸۲۰ء میں ہیضہ کا مرض کشمیر میں اس کثرت سے پھیلا کہ بیشمار خلقت ہلاک ہوگئی۔ جامع مسجد کے دروازے بھی بیربر کے حکم سے بند کر دیئے گئے۔ انہیں حالات کی موجودگی میں دیوان دیویداس کشمیر سے لاہور آیا۔ اور وہاں کی کیفیت بیان کی جو عمدۃ التواریخ دفتر دوم صفحہ ۲۶۱ سے بطور ترجمہ نقل کی جاتی ہے "کشمیر میں قحط حد سے زیادہ ہے۔ غلہ روپے کا پانچ سیر تک ہے۔ باشندے قحط سالی اور افلاس کے باعث اپنے بچوں تک کو فروخت کر رہے ہیں۔ کشمیری لوگ پنجابی اور پنجابی لوگ کشمیری زبان سے ناواقف ہیں۔ اسلئے تمام کارخانہ درہم برہم ہے۔ دیوان موتی رام بہت کوشش کرتا ہے لیکن کوئی صورت سنبھلنے کی نظر نہیں آتی" کشمیر کے افسوسناک حالات سے آگاہ ہوکر مہاراجہ نے دیوان موتی رام کو وہاں سے بلوا بھیجا اور کشمیر کی نظامت پر سردار ہری سنگھ نلوہ کو نامزد کیا۔ تاریخ گلشن پنجاب میں صفحہ ۱۳۱ پر لکھا ہے۔ "موتی رام صوبیدار کشمیر چونکہ صلح پسند آدمی تھا اسلئے رنجیت سنگھ نے ہری سنگھ نلوہ ایک سکھ جاگیردار کو جو بڑا بہادر تھا وہاں کا صوبیدار کیا"

دیوان موتی رام کے عہد میں مہاراجہ کی طرف سے بیربر[1] پنڈت کو (سمت ۱۸۷۸ مطابق ۸ محرم سنہ ۱۲۳۶ھ میں) دسہرہ کے دن خدمات حسنہ (مسلمانوں کی دل آزاری اور روپیہ بہ جبر وصول کرنے) کے صلہ میں ایک خلعت۔ جیغہ۔ کلغی۔ مالائے مروارید۔ دوشالہ کمخواب۔ اور کڑہ طلائی انعام میں مرحمت ہوا۔

---

[1] عمدۃ التواریخ میں بیربر پنڈت لکھا ہوا ہے پنڈت بیربر کے حالات تاریخ کشمیر حصہ دوم سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

سردار ہری سنگھ نلوہ[1]

(دو سال ۱۸۲۰ء سے ۱۸۲۱ء تک)

ہری سنگھ جو کھتری النسل تھا۔ ۱۸۴۸ء بکرمی مطابق ۱۷۹۱ء میں بمقام گوجرانوالہ پیدا ہوا۔ سات ہی برس کا تھا کہ اس کے باپ سردار گوردیال سنگھ کا انتقال ہو گیا۔ حملۂ کشمیر میں شہزادہ کھڑک سنگھ کے ماتحت ہری سنگھ نلوہ کی بھی ایک فوج تھی۔ فتح کشمیر کے بعد ایک سال تک نظامت ہزارہ مور رہا۔ ہزارہ میں ہری پورہ اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جب دربار لاہور کو کشمیر سے ابتری کی خبریں آنے لگیں تو سردار ہری سنگھ نلوہ کو جو جفاکش جابر اور سخت گیر حاکم تھا۔ کشمیر بھیجا جانا تجویز ہوا۔ ہری سنگھ نے کشمیر پہنچکر اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا۔ جو ہری سنگیا روپیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ جس میں چھ ماشہ چاندی اور چھ ماشہ تانبہ ملا ہوا تھا۔ اُس کی قیمت آجکل کے مروجہ ۸ر کے برابر تھی۔ ہری سنگیہ پیسہ اور ہری سنگیہ روپیہ کے دیکھنے والے ابھی تک بہت لوگ موجود ہیں۔ سکہ پر جو شعر تھا۔ وہ ذیل میں درج ہے ؎

دیگ و تیغ و فتح و نصرت بیدرنگ یافت از نانک گورو گوبند سنگ

ہری سنگھ نے سرکشوں کو زیر کیا۔ اور بہت سے اردگرد کے علاقے شامل خالصہ کر لئے۔ چنانچہ کشمیر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلی لڑائی کے بعد جو عریضہ مہاراجہ کی خدمت میں بمقام لاہور بھیجا اُسمیں لکھا تھا کہ ”زمینداران بارہ مولا وغیرہ نے شورش کی تھی۔ لیکن تاب مقاومت نہ لاکر پسپا ہو گئے“ ہری سنگھ کے جبر و ستم کی متواتر خبریں جب مہاراجہ کو پہنچیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ راجگان کھکہ و مبہ سے بھی جو سرحد کشمیر کے طاقتور جاگیردار ہیں۔ ہری سنگھ برسر پیکار ہے۔ تو مہاراجہ

---

[1] نلوہ کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ ۱۔ راجہ نل زمانہ قدیم میں ایک بہادر اور شجاع راجہ تھا۔ لوگوں نے اسکو بھی نل سے نلوہ بنادیا۔ ۲۔ نلوہ سے مراد شیر کے مارنے والا یا شیر افگن بھی ہے۔ اور ہری سنگھ نے بھی ایک دفعہ شیر کو چیر ڈالا تھا۔

نے خفا ہوکر ہری سنگھ کے نام اس مضمون کا پروانہ بھیجا کہ بلا اجازت و اطلاع یہ مہم کیوں اختیار کی گئی۔ تازہ عملداری میں اتحاد و ملائمیت کی ضرورت تھی نہ کہ خواہ مخواہ کی چھیڑ خانیوں کی۔ لیکن ابھی یہ پروانہ کشمیر پہنچنے نہ پایا تھا کہ ہری سنگھ کا ایک عریضہ اس مضمون کا پہنچا "غلام علی سردار کھکہ و بمبہ کہ سنگان عالیشان سے ہر وقت محاربہ و مقابلہ میں مصروف رہتا تھا۔ اور کسی صورت سے حلقۂ اطاعت اختیار نہ کرتا تھا۔ اب گرفتار ہوگیا ہے۔" یہ عریضہ ۲۷ ربیع الثانی کو مہاراجہ کے حضور پیش ہوا۔ مہاراجہ نے بہت خوشی ظاہر کی اور حکم دیا کہ فوراً لکھو کہ اس کو چوکی۔ پہرہ اور بکمال حفاظت کے ساتھ لاہور پہنچایا جائے۔ اسکے بعد ہری سنگھ نے علاقہ پکھلی و دھمتور وغیرہ جو کشمیر سے ملحق تھے۔ فتح کئے۔ ۱۸۲۱ء کے ختم ہونے سے پہلے ہی پونچھ اور راجوری بھی دربار لاہور کے قبضہ میں آ گئے۔

سردار ہری سنگھ کے زمانہ نظامت میں پنڈت بیربر۔ میرزا پنڈت۔ سہج رام اور خواجہ منور شاہ وغیرہ معززین کشمیر حسب الطلب مہاراجہ حساب فہمی کے لئے لاہور بلوائے گئے۔ بمقام دولت نگر (متصل گوجرات) ہیضہ کی شدت سے میرزا پنڈت اور کئی دیگر پنڈت ہلاک ہو گئے۔ بیربر پنڈت معہ اپنے دیگر ہمراہیوں کے لاہور پہنچگیا۔ حساب کی صفائی سے مہاراجہ یہاں تک خوش ہوا کہ علاوہ خلعت فاخرہ کے ایک زنجیر ہاتھی۔ ایک مالا مروارید اور ایک جوڑہ سنہری کڑوں کا عطا فرمایا۔ اور آئندہ کے لئے رتبہ صاحب کاری عطا کیا۔ بیربر جب واپسی کے وقت کرالہ پورہ پہنچا۔ تو اُس کا چچازاد بھائی گنیش پنڈت استقبال کے لئے وہاں موجود تھا۔ لیکن بیربر نہایت بے التفاتی سے اُسکے ساتھ پیش آیا۔ بلکہ اُسکی مستاجری کے علاقجات بھی ضبط کر لئے۔ گنیش بھی بیربر ہی کا بھائی تھا۔ شکستہ خاطر ہوکر شیرگڈھی چلا آیا۔ سردار ہری سنگھ کو ادھر اُدھر کی سُنا کر ذہن نشین کرادیا۔ کہ بیربر غرور و نخوت سے مہاراجہ کو بھی خیال میں نہیں لاتا۔ اور کہتا ہے۔ کہ ہری سنگھ صرف قلعدار ہے اُسے صوبیداری یا نظامت سے کیا تعلق ہے۔ اتفاقاً اُسی وقت بیربر بھی شیرگڈھی پہنچگیا۔

لیکن لگن اور ساعت کا لحاظ مدنظر رکھکر اس وقت سرکار کی ملاقات کے لئے قلعہ میں داخل نہ ہوا - اور کشتی پر سوار ہو کر براہ راست اپنے مکان کو چلا گیا - اس واقعہ کی جب صوبیدار کو اطلاع ہوئی - تو اُس کو نہائیت رنج ہوا - گنیش بھی نہیں تھا - اُس نے سردار کو اور بھی اشتعال دیا - یہانتک کہ وہ بیربر کا سخت مخالف ہو گیا - کچھ عرصہ کے بعد ہری سنگھ نے مہاراجہ کو لکھ بھیجا کہ بیربر نے راجگان علاقہ پہاڑ سے سازش کر لی ہے - اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا ہے - اس کے ثبوت میں سردار نے بیربر کے دستخطی اور مہری کاغذات بھی بھجوائے جس سے رنجیت سنگھ کو پورا یقین ہو گیا اور اُس نے غضبناک ہو کر پنڈت بیربر کو اپنے پاس بُلوا لیا ؎

برنجی چوں برنجانی کسے را - نہ رنجی تا نہ رنجانی کسے را

ہری سنگھ نے علما فضلا اور دیگر بزرگان اسلام کی جاگیریں جو شاہان وقت سے انہیں عطا ہوئی تھیں - ضبط کر لیں - اُوڑی میں برلب دریا ایک قلعہ[۵۱] تعمیر کیا سردار ہری سنگھ نے غریب اور مظلوم رعایا کے ساتھ وہ جبر و تعدی شروع کیا - کہ لوگ کانپ اُٹھے - چنانچہ ہری[۵۲] سنگھ کے حالات میں لکھا ہے کہ "جب مہاراجہ کو معلوم ہوا کہ اس کی حکومت کشمیر میں بہت سنگین اور زور آور ہے - لوگ بیزار ہیں - تو ناچار واپس بُلا لیا گیا" تاریخ گلشن پنجاب[۵۳] میں لکھا ہے کہ "رنجیت سنگھ نے پھر موتی رام کو صوبہ داری کشمیر پر مقرر کر کے بھیجدیا - کیونکہ ہری سنگھ سے باشندے وہاں کے بہ سبب اُس کی بدمزاجی کے بہت دِق تھے" تاریخ رئیسان پنجاب[۵۴] میں لکھا ہے کہ "کشمیر میں سردار ہری سنگھ نلوہ کو مقرر کیا گیا - مگر کشمیری اور اقوام کوہستان اس کے ظلم کی برداشت نہ لا سکے - اور ایک سال کے بعد پھر موتی رام مقرر کیا گیا" ان تحریروں سے (جن کے راقم ہندو اور انگریز ہیں کم سے کم اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے - کہ ہری سنگھ ملک فتح کر سکتا تھا - لیکن

---

۵۱ اس قلعہ میں آجکل تحصیلدار صاحب اوڑی اور اُن کا عملہ رہتا ہے - جہلم ویلی روڈ اس قلعہ کے نیچے سے گذرتی ہے -

۵۲ جنرل ہری سنگھ نلوہ مصنفہ نرائن داس لوری مطبوعہ لاہور -

۵۳ مصنفہ پنڈت دیبی پرشاد ڈپٹی کلکٹر مطبوعہ لکھنو ۵۴ مصنفہ سر لیپل گریفن

دلوں پر قبضہ کرنے میں وہ ناکامیاب رہا۔ وہ ایک فاتح ضرور تھا۔ لیکن رعایا پرور نہیں تھا۔ وہ بہادر ضرور تھا۔ لیکن شجاع نہیں تھا۔ عوام اور بالخصوص مسلمان ہمیشہ اُس کے ہاتھ سے نالاں رہے۔ یہاں تک کہ مہاراجہ پر آخر ان غریبوں کی آہ و فریاد کا اثر ہوا۔ اور اس کو واپس بلوا لیا گیا۔

سردار ہری سنگھ دیوان موتی رام کو چارج دے کر ۱۷ ر کاتک سمت ۱۸۸۲ بکرمی مطابق ۱۲۴۱ھ ہجری کو مٹھہ ٹوانہ (ضلع شاہ پور پنجاب) میں پہنچا جہاں مہاراجہ صاحب رونق افروز تھے۔ وہاں حاضری ہوئی حکم ہوا۔ ہمارے ساتھ لاہور چلو۔ لاہور آکر ہری سنگھ نے کشمیر کا بیش قیمت سامان مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اُس کی کچھ تفصیل صاحب عمدۃ التواریخ نے الفاظ ذیل میں لکھی ہے۔ چالیس راس اسپ نہایت بیش قیمت۔ پانچ گھوڑے مکلف بہ سامان طلائی۔ پالکی معہ ہودہ کلابتونی دو شالہ ہائے عمدہ ظروف طلائی۔ ساز نقرہ و میناکاری ؎

رنجیت سنگھ کی سرکار عجب سرکار تھی۔ کشمیر کی ابتری اور بے چینی کی خبریں سُنکر مصر دیوان چند کو جوابدہی کے لئے لاہور طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا اور اُس نے پچیس لاکھ روپیہ نذر کیا تو کیسی جواب طلبی اور کس کی جوابدہی۔ سچ ہے زر گر بر سر فولاد نہی نرم شود۔ تمام غصہ ایک دم فرو ہو گیا۔ بلکہ اظہار قدردانی کے لئے فتح جنگ کا خطاب بھی مرحمت کیا گیا۔ ہری سنگھ ناوہ کو بھی اُس کے مظالم کی پاداش میں نظامت کشمیر سے معزول کرکے دربار میں طلب کیا۔ لیکن جب اُس نے تحفہ تحائف پیش کئے۔ تو نہ صرف قصور ہی معاف کیا گیا۔ بلکہ ہزارہ کی نظامت عطا کی گئی۔ اور بہت بڑے اختیارات اور آزادیوں کے ساتھ۔ ؎

بے طرفہ تر تماشہ کہ بروز عید قرباں ۔۔۔ وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

رنجیت سنگھ کو جب روپیہ اور زر اور تحفہ تحائف کا لالچ دیا جاتا تھا۔ تو وہ تمام عہد و پیمان اور شاہانہ اوصاف کو جواب دے دیتا تھا۔

ؔلہ صفحہ ۲۹۶ دفتر دوم

دیوان موتی رام بار ثانی

(سنہ ۱۸۲۲ء سے سنہ ۱۸۲۴ء تک)

۴ ذالحجہ سنہ ۱۲۳۷ہجری کو مہاراجہ رنجیت سنگھ امرتسر قلعہ بھنگیاں میں تشریف فرما تھے کہ دیوان موتی رام کو نظامت کشمیر دوبارہ عطا ہونے کی خوشخبری ملی۔ نظامت کے بدلنے سے بیربر پنڈت کو بھی دلیری ہوگئی کہ ہری سنگھ کے واپس آنے اور موتی رام کے دوبارہ جانے پر اب پھر خود مختاریوں اور آزادیوں کا بازار گرم ہوگا۔ چنانچہ اس نے اہل دربار سے ساز باز کر کے کشمیر واپس جانے کی اجازت طلب کر لی۔ دیوان موتی رام اس کی کارستانیوں سے اپنی نظامت اول کے زمانہ ہی سے واقف تھا۔ اب اُس نے شروع ہی سے ایسی پالیسی قائم کی۔ کہ بیربر کو سر نہ اٹھانے دیا۔ چنانچہ بقایا کے بہانے سے اس کی تمام جائیداد منقولہ ضبط کر لی اور خود اسکو قید خانہ میں بھجوا دیا جہاں اُس کا مرغ روح قفس تن سے آزاد ہوگیا۔

اسی[1] زمانہ میں کرنل مور کرافٹ[2] میر آخور باشی سرکار انگلشیہ معہ میر عزت اللہ وکیل صاحبان عالیشان و خواجہ شاہ نیاز نقشبندی سیاحت لداخ یارقند کا کاشغر و ترکستان کے لئے روانہ ہوئے۔ جب کرنل مور کرافٹ کشمیر میں پہنچا تو مرزا حیدر وغیرہ اکابرین کے مقابر کی مرمت کرائی اور سنگ مرمر پر مرزا حیدر کے مختصر حالات زندگی کندہ کرا کے اُس کی قبر پر نصب کرائے۔ جو آج تک موجود ہیں۔ علاوہ اس کے خواجہ نقشبندی کو خدمات سیاحت کے صلہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ سے چند مواضعات جاگیر میں دلوائے

دیوان موتی رام کو جب اُس کے بیٹے کے انتقال کی خبر ملی تو وہ غش کھا کر

---

[1] بعض جگہ سنہ ۱۸۲۳ء / ۱۲۳۸ھ لکھا ہے اور عمدۃ التواریخ دفتر دوم میں سنہ ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء لکھا ہے۔

[2] ڈبلیو مور کرافٹ ڈپوٹیشن ٹو سنٹرل انڈیا کے آنریری سپرنٹنڈنٹ تھے۔ ۲۰ اکتوبر کو راجور مضافات کشمیر میں پہنچے تھے۔ جہاں راجہ رحیم اللہ خاں کے دو دن تک مہمان رہے اور ایک فوٹو کا کیمرا اور ایک دوربین بطور تحفہ پیش کی۔

گر پڑا[51] اور اُس نے مہاراجہ کیطرف پے در پے عریضے لکھنے شروع کئے۔ کہ میں اب دنیا کے تمام دھندوں کو چھوڑ کر باقی زندگی خدا کی یاد میں بسر کرنا چاہتا ہوں اس لئے بنارس جانے کی اجازت دیجائے[52]۔ بار بار پیغام آنے سے مہاراجہ نے دیوان چونی لعل کو نظامت کشمیر پر نامزد کر کے دیوان موتی رام کو سبکدوش کر دیا۔

موتی رام کشمیر سے روانہ ہو کر سیدھا بٹالہ میں آیا۔ مہاراجہ نے اظہار تعزیت وماتم پرسی کے لئے شہزادہ کھڑک سنگھ کو معہ چند منشیوں اور وکیلوں کے موتی رام کے پاس بھیجا۔ جب موتی رام لاہور آیا۔ تو مہاراجہ نے اُس کی بہت دلدہی کی۔ اور اُس کو ترک دنیا کے خیال سے باز رکھا[53]۔

دیوان موتی رام کے تین بیٹے تھے۔ رامدیال۔ شیودیال اور کرپا رام۔ رامدیال پہلے پونچھ کی تسخیر پر مامور ہوا تھا۔ وہاں سے ہزارہ کے انتظام کے لئے بھیجا گیا۔ جہاں ایک لڑائی میں رامدیال اور اُس کے سب ہمراہی قتل ہو گئے۔

شیودیال اپنی جاگیر ضلع گوجرات میں رہتا تھا

کرپا رام پہلے جالندھر کا ناظم تھا۔ پھر کشمیر کی نظامت پر مامور ہوا۔ دیوان موتی رام کے متعلق تاریخ رئیسان پنجاب میں لکھا ہے کہ "موتی رام کسی قدر

---

[51] سوانح عمری جنرل ہری سنگھ نلوہ مصنفہ نرائن داس پوری۔

[52] دیوان موتی رام عموماً فقیروں اور سادھوؤں کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ گیتا اور مہابھارت سے اُس کو بہت محبت تھی۔ اگر کوئی مجذوب فقیر اُس کو الفاظ نا ملائم بھی کہتا تھا۔ تو وہ ہرگز بُرا نہ مناتا تھا۔ مہاراجہ کی نظروں میں صاحب اعتبار و اقتدار تھا۔ اور لوگوں کی حاجتیں عموماً پوری کیا کرتا تھا۔

[53] لیکن تاریخ رئیسان پنجاب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ موتی رام راجہ دھیان سنگھ کی عداوت سے مجبور ہو کر کیونکہ وہ اس کو بہت تنگ کرتا تھا۔ آخر بنارس چلا گیا۔ اور ۱۸۳۷ء میں وہیں انتقال کر گیا۔

لیاقت کا آدمی تھا۔ اور رعایا اُس سے خوش تھی۔ مگر وہ کاہل تھا اور اُس کے انتظام میں بجز ہیضہ کی وبا کے کوئی قابل ذکر واقع نہیں ہوا"

دیوان چونی لال

(دو سال ۱۸۲۵ء سے ۱۸۲۷ء تک)

دیوانی موتی رام کے بعد دیوان چونی لال[1] منصب صوبیداری و صاحب کاری پر ممتاز ہوا۔ گورمکھ سنگھ ایک سردار کو قلعہ داری اور تحصیلداری کی خدمات سپرد ہوئیں۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد گورمکھ سنگھ امورات ملکی میں بھی دخل دینے لگا۔ جو دیوان چونی لال کو طبعاً ناگوار گذرا۔ دونوں کی باہمی مخالفت سے فساد و فتنہ کی وہ آگ جو دیوان موتی رام کی دوبارہ تنظامت کے زمانہ میں فرو ہوگئی تھی۔ پھر مشتعل ہوگئی۔ انتظامی معاملات میں اس قدر خلل پیدا ہوا۔ کہ مالیہ بھی ٹھیک طور پر وصول نہ ہوسکا۔ دربار لاہور کو جب ان معاملات کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے دونوں کی موقوفی و برطرفی کا حکم صادر کرکے دربار لاہور میں اُن کے حاضر ہونے کے احکامات جاری کردیئے۔ دیوان چونی لال غیور تھا وہ زیاں مالیہ کے خوف سے رستے ہی میں خودکشی کرکے مرگیا۔

چونی لال کے زمانہ حکومت میں دو مسلمان (خسر اور داماد) گاؤکشی کے الزام میں قتل کئے گئے۔ اور اُن کی لاشیں تمام شہر میں تشہیر کی گئیں۔

---

[1] دیوان چونی لال کی بابت زیادہ حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ عمدۃ التواریخ سے صرف اتنا پتہ ملتا ہے۔ کہ صاحبان عالیشان کے متعلق اس کی خدمات تھیں۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے کہ چونی لال نے فیروز پور سے اطلاع دی کہ کپتان صاحب بہادلپور کی طرف گئے ہیں۔ دربار لاہور نے لکھا کہ روزمرہ صحیح اور پختہ خبریں ارسال کیا کرو۔

دیوان کرپارام

(تین سال دس ماہ ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۱ء تک)

دیوان چونی لال کے بعد دیوان کرپارام[۵۱] عروس نظامت سے ہمکنار ہوکر وارد کشمیر ہوا۔ یہ شخص عجب صفا فہم و فراست۔ دانا عالی دماغ۔ فضول خرچ بلند ہمت اور زندہ دل تھا۔ سیر دریا کو جب نکلتا۔ نرالی شان و شوکت سے نکلتا۔ بانجیوں کی خوبصورت اور جوان لڑکیوں کو سرخ لباس پہناتا۔ اُن کے ہاتھوں میں گھونگرو ڈلوا کر رنگین چپے دیئے جاتے۔ اس کے بعد دیوان صاحب سجی سجائی کشتی پر سیر کو نکلتے[۵۲] باوجود اس عیش و عشرت کے اہتمام مملکت کی طرف سے مطلق غفلت نہ تھی۔ شیخ غلام محی الدین کو رتبۂ صاحب کاری عطا کرکے بہت سی ذمہ واریوں سے سبکدوش ہو گیا تھا۔ ملک کا انتظام اور وصولیٔ مالیہ سب شیخ ہی کی وساطت سے ہوتی تھی۔ شیخ نے محاصل سرکاری کے جدید انتظام میں پہلے پہل شالی کی پرگنہ وار تشخیص کرکے مستاجرول کا اجارہ مقرر کردیا۔ غرض رعایا کے امن و آسائش کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لاتا رہا[۵۳]۔

۱۲ ماہ ذوالحجہ ۱۲۴۲ھ کو ۱۸۲۷ء کو بروز ساون بدی وسمی پہر رات گذرنے کے بعد کشمیر

---

[۵۱] دیوان کرپا رام (ساکن کنجاہ ضلع گوجرات) دیوان موتی رام کا بیٹا اور دیوان محکم چند کا پوتا تھا۔

[۵۲] سر والٹر لارنس سابق مہتمم بندوبست کشمیر اپنی کتاب ویلی آف کشمیر کے پولیٹکل حصہ میں لکھتے ہیں۔ "کرپارام کشتی کی سیر کا بہت شوقین تھا۔ اور ہانجی عورتوں کا (جن کی جوانی خود جوانی کا سنگار تھا) بہت دلدادہ تھا۔ وہ دنیاؤ مافیہا سے بے خبر ہو کر زندگانی کے مزے اڑاتا تھا۔ کشمیر میں دیوان کرپارام کو عام طور پر کرپا شراؤں Kirpa Shraon کہا جاتا ہے۔ شراؤں کشمیر میں اُس آواز کو کہتے ہیں جو کشتی چلاتے کے وقت چپوؤں سے پیدا ہوتی ہے۔"

[۵۳] رئیسان پنجاب میں لکھا ہے کہ شیخ نے کشمیر میں بہت ظلم و ستم کیا تھا۔ جب ۱۸۳۱ء میں دیوان کرپارام بسبب عداوت راجہ دھیان سنگھ کشمیر سے واپس بلایا گیا۔ تو شیخ بھی ہمراہ تھا جسکو علاوہ قید کے جرمانہ بھی کیا گیا تھا۔

میں ایک قیامت انگیز زلزلہ آیا۔ جس کے صدمہ سے سینکڑوں مکان گر گئے اور ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔ زلزلوں کا یہ کم و بیش سلسلہ کوئی تین ماہ تک جاری رہا۔ دیوان کرپارام نے اس مصیبت خیز واقعہ کی اطلاع الفاظ ذیل میں مہاراجہ کو پہنچائی "خطۂ[1] کشمیر زلزلوں سے ویران ہو گیا ہے۔ ہزارہا لوگوں کی جانیں تلف ہو گئی ہیں۔ تجارت اور زراعت بالکل تباہ حالت میں ہے۔ اگر معاملہ یعنی لگان میں تخفیف ہو جائے تو خلق اللہ کے آباد ہونے کی صورت ہو سکتی ہے" مہاراجہ نے جواب میں ہمدردی ظاہر کی اور دیوان کرپارام نے جو رعایات طلب کی تھیں۔ وہ پوری کیں۔

زلزلوں سے نجات ملی تھی کہ وبائے ہیضہ نے قتل عام شروع کر دیا۔ چھ ماہ تک اس ظالم مرض کا دَور دورہ رہا۔ سینکڑوں مکان مکینوں سے خالی ہو گئے۔ اس مصیبت سے ابھی مخلصی ہوئی تھی کہ راجہ زبردست خاں والئ مظفر آباد نے بغاوت پیدا کر دی۔ پہاڑی لوگ غاروں اور چٹانوں کے پیچھے تاک لگا کر ناظم صوبہ کی پیش قدمی کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیوان کرپارام کشمیر سے لشکر قاہرہ لیکر مظفر آباد آیا۔ تو سب کے سب گھات سے نکلکر ایک دم فوج خالصہ پر ٹوٹ پڑے۔ جس سے ناظم صوبہ کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔ اسی اثنا میں گنیش پنڈت (برادر بیربر پنڈت) نے حکمت عملی سے کام لے کر پہاڑی فرقوں میں پھوٹ پیدا کرا دی۔ تمام پہاڑی راجے اور رئیس جو راجہ زبردست خاں کا ساتھ دے رہے تھے الگ الگ ہو گئے۔ آخر زبردست خاں صلح کی اُمید لئے ہوئے تحفہ تحائف کے ساتھ دیوان کی خدمت میں حاضر ہوا دیوان نے بر غمال لیکر صلح کر لی۔ اور آپ واپس سرینگر لوٹ آیا۔

کشمیر میں ۷۲۵ھ ہجری مطابق ۱۳۲۵ء عیسوی سے لیکر ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۸۲۲ء عیسوی تک ہندوؤں میں ستی کی رسم ناپید ہو گئی تھی کیونکہ مسلمانوں نے اس رسم کو ظلم قرار دیکر بیخ و بنیاد سے اُکھیڑ دینے کی کوششیں برابر جاری رکھی تھیں۔ اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئے تھے۔ لیکن

---

[1] از عمدۃ التواریخ دفتر دوم

دیوان کرپارام کے عہد حکومت میں دو ہندو عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ ستی ہو گئیں[۵۱]۔ چونکہ یہ رسم بہت دیر کے بعد واقعہ ہوئی تھی اس لئے یہ آتشین تماشہ دیکھنے کے لئے بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔

۱۸۸۵ سنہ بکرمی کے آخر میں دربار لاہور سے دیوان کرپارام کے نام پروانہ آیا۔ کہ اپنے منشیوں کو کاغذات دے کر لاہور بھیجو۔ تاکہ حساب کتاب کا دفتر معلٰے سے مقابلہ کیا جائے۔ دیوان نے منشی بھی بھیجے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار کا پشمینہ آئین قدیم کے موجب اپنے معتبروں کی معرفت دربار میں روانہ کیا۔ جس میں سے ایک لاکھ کا پشمینہ راجہ ہیرا سنگھ[۵۲] کی شادی کے لئے راجہ دھیان سنگھ کے سپرد ہوا۔

۲۲ بھادوں سمت ۱۸۸۶ بکرمی کو دیوان کرپارام نے منشی رامدیال[۵۳] کو ہنڈیاں کا روپیہ اور تحفہ تحائف دے کر بھائی ماہون سنگھ کے ہمراہ لاہور بھیجا۔ "سرکار" یعنی مہاراجہ نے دیوان ناظم کشمیر کے متوسلوں کو سات ہزار روپیہ در وجہ اخراجات عطا کیا۔ اور حکم دیا کہ باقی قسطیں بھی جلد بھجواؤ۔

اسی سال میں ۸ کاتک کو مہاراجہ صاحب بابا صاحب سنگھ بیدی سے جو حدود چیراڑ میں شکار کھیل رہے تھے ملاقات کرنے کے لئے نواح جموں میں آئے۔ ناظم کشمیر دیوان کرپارام کو حکم بھیجا کہ وہ بھی اس موقعہ پر حاضر ہو جائے۔ دیوان مذکور ۲۸ کاتک کو سرائے نوشہرہ میں پہنچ گیا۔ مہاراجہ جب چند دنوں کے بعد واپس لاہور آئے۔ تو ناظم کشمیر نے نقد روپیہ

[۵۱] تاریخ جدولی کشمیر

[۵۲] راجہ ہیرا سنگھ راجہ دھیان سنگھ وزیر دربار لاہور کا بڑا لڑکا تھا۔ جو مہاراجہ کو اس قدر عزیز تھا۔ کہ بغیر اس کے نہ سوتا تھا۔ اور نہ کوئی اور کام کرتا تھا۔ انتہا یہ ہے کہ جب پالکی میں سیر کو نکلتے یا کسی اور کام کے لئے کہیں جاتے تو اس لڑکے کو بھی اپنے آگے بٹھا لیتے تھے۔ تاریخ گلشن پنجاب

[۵۳] ایک پرانا اور تجربہ کار منشی تھا۔ جب مہاراجہ نے لاہور پر قبضہ کیا ہے۔ تو یہی رامدیال "منشی سرکار عالی" قرار پایا۔

کے علاوہ مندرجہ ذیل اشیاء مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیں۔ چند خوان شیرینی۔ پوشاک ہائے پشمینہ۔ ظروف ہائے طلائی و نقرئی۔ دیگر اسباب زردوزی نہائیت عمدہ۔ اس کے بعد موجودات یعنی سوار اور پیدل سپاہ کا کچھ حصہ جو زرق برق لباس پہنے ہوئے تھا۔ مشاہدہ کرایا۔ دشمنوں[1] کے کہنے سُننے سے مہاراجہ باطن میں ناظم سے کبیدہ خاطر تھے۔ لیکن بظاہر اپنی خوشنودی ظاہر کر رہے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد آخر دیوان کرپا رام پر کوئی الزام لگا کر اُس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔ اور اس کے جو خاص نوکر تھے وہ سب کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ شام سنگھ جمعدار ڈیوڑھی حضور کو ضبطیٔ اسباب کے لئے کنجاہ میں روانہ کیا گیا۔ جو دیوان کا وطن تھا۔

اس بدنامی و تذلیل کے بعد دیوان مذکور فقیرانہ لباس اختیار کر کے اپنی بقیہ زندگی ہردوار میں بسر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن رستے میں پہچان لیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مہاراجہ نے پھر الطاف و عنایات کے دروازے کھولدیئے اور دیوان مذکور سلطنت کے بہت بڑے کام انجام دیتا رہا۔

دیوان کرپا رام فضول خرچ اور نمود کا شائق۔ لیکن مزاج کا نہائیت نرم تھا۔ سرینگر میں رام باغ جس میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی سمادہ ہے۔ اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ دارالحکومت کے گرد و نواح میں اس نے اور بھی بہت سے باغ لگائے ہیں۔

---

[1] "سلسلہ ۱۸۳۱ء میں کرپا رام نے پھر راجہ دھیان سنگھ کی عداوت سے سختی اُٹھائی۔ کرپا رام نے راجہ فیض طلب خاں والی بھمبر کو پناہ دی تھی۔ ڈوگرے اس راجہ سے سخت عداوت اور نفرت رکھتے تھے۔ اور اُس کو اسیر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کرپا رام اُس کو دشمنوں کے حوالہ کرنے سے انکار کرتا تھا دھیان سنگھ نے اُسپر سرکشی اور تغلب کا الزام لگایا اور مہاراجہ نے کہہ سُنکر اس کو کشمیر سے علیحدہ کرایا گیا۔ اور بعد میں اُس کو قید بھی کرا دیا جہاں سے نو لاکھ روپیہ دے کر اُس کو رہائی ملی" از تاریخ رئیسان پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۲ء مولفہ سر لیپل گریفن بہادر۔

کرپارام نے کشمیر سے واپس آنے کے بعد جب دیکھا کہ میرے باپ کو ذلیل کرانے اور مجھ سے نو لاکھ روپیہ جرمانہ لینے کے باوجود بھی راجہ دھیان سنگھ کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اور اس کی دشمنی برابر ترقی پر ہے۔ تو اس نے بھی مہاراجہ سے بنارس چلے جانے کی اجازت مانگی جو نامنظور ہوئی۔ آخر وہ بلا اجازت ہی بھاگ گیا۔ اور ۱۸۴۲ء میں بمقام بنارس انتقال کر گیا۔ پنجاب میں اسکی جاگیر چار لاکھ روپیہ سالانہ کی تھی۔

بھمان سنگھ اردلی

(ایک سال ۱۸۳۱ء سے ۱۸۳۲ء تک)

دیوان کرپارام کی عدم موجودگی میں اس کا نائب کشمیر کی نظامت کا کام کرتا رہا۔ جب لاہور میں پہنچکر دیوان مسطور پر بلاوجہ عتاب شاہی نازل ہوا۔ تو اس کی جگہ بھمان سنگھ اردلی کو صوبۂ کشمیر بنا کر ماگھ سمت ۱۸۸۷ بکرمی مطابق ۱۸۳۰ء میں روانہ کشمیر کیا گیا۔ جس نے شروع ۱۸۸۸ بکرمی مطابق ۱۸۳۱ء میں نائب ناظم سے کشمیر کی صوبیداری کا چارج لیا۔ بھما سنگھ نے پنڈت گنیش در کو اپنا صاحب کار بنایا۔ اور کاروبار نظامت انجام دینے لگا

بھمان سنگھ جس زمانہ میں کشمیر پہنچا۔ اُن دِنوں نظامت کشمیر کے خالی ہونے کی وجہ سے راجگان کشمیر جن کو اپنی آزادی و خودمختاری کے کھوئے جانے کا جائز رنج تھا۔ خالصہ افواج سے برسر پرخاش ہونے کے صلاح مشورے کر رہے تھے۔ آخر کشمیر پہنچتے ہی سب سے پہلی عرضی بھمان سنگھ کو دربار لاہور میں جو لکھنی پڑی وہ اس مضمون کی تھی کہ خلیفہ احمد شاہ نے راجہ زبردست خاں مظفرآبادی کی ہمراہی میں کشمیر اور مظفرآباد کے چند دیہات غارت کر دیئے ہیں ان کی تنبیہ و تادیب پر دربار توجہ فرمائے۔ چنانچہ دربار نے صاحبزادہ کھڑک سنگھ کے نام پروانہ لکھا کہ حسن ابدال اور سرائے کالا میں قیام رکھو۔ اور افواج قاہرہ کو مظفرآباد روانہ کرو۔

ایک جرمن ڈاکٹر جاکمن صاحب نام لدہانہ[۱] سے مہاراجہ صاحب کے دربار میں بمقام لاہور پہنچا۔ اُس نے سیر کشمیر کے لئے مہاراجہ سے اجازت اور امداد حفاظت طلب کی۔ اور لاہور کی سیر کا ارادہ بھی ظاہر فرمایا۔ مہاراجہ نے قلعہ لاہور ہشتم برج مقبرہ جہانگیر۔ شالامار باغ کے دیکھنے کی اجازت دی جاکمن نے ہر مقام کا نقشہ لیا۔ اور خوب دل کھول کر سیر کی۔ ۹ رچیت ۱۸۸۸ بکرمی کو پانچہزار روپیہ رخصتانہ اور خلعت فاخرہ دیکر بہمراہی شیخ بدر بخش روانہ کشمیر کیا۔ اور بھمان سنگھ ناظم کشمیر کے نام جاکمن صاحب کی روانگی۔ خاطرداری اور آرام و آسائش کے لئے پروانہ لکھا گیا۔

جب دیوان کرپارام حسب الطلب مہاراجہ صاحب کشمیر سے روانہ ہوا۔ تو اُس کے ساتھ راجگان کھکہ وبمبہ وکھشائی بھی آئے تھے۔ جب دیوان کرپارام معزول ومعتوب ہوا تو ان بچاروں کو بھی گیہوں کے ساتھ پیس دیا گیا۔ آخر جب سرکار دولتمدار کی ناراضگی دُور ہوئی تو دیوان نے عرض کیا کہ یہ غریب کئی مہینوں سے غریب الوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کی غیر حاضری سے دربار کو بھی نقصان ہے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ اپنی اپنی جاگیروں پر ہوتے تو خلیفہ احمد شاہ اور راجہ زبردست خاں کی طاقت نہ تھی کہ کشمیر میں شور وشر پیدا کرتے۔ مہاراجہ کو یہ بات بہت پسند آئی۔ سب کو خلعت دیکر کشمیر روانہ کیا۔ اور ناظم کشمیر بھمان سنگھ کے نام پروانہ بھیجا کہ ان سب کی جاگیریں واگذار کی جائیں۔

آخر جب خلیفہ احمد شاہ کو کنور شیر سنگھ کی سرکردگی میں افواج خالصہ نے شکست دی۔ اور بعد میں خلیفہ کا انتقال ہوگیا۔ تو مہاراجہ نے بڑی خوشی ظاہر کی اور ناظم کشمیر کو لکھا گیا کہ کنور شیر سنگھ کو پچاس ہزار روپیہ بطور انعام خزانہ کشمیر سے دیا جائے۔

بھمان سنگھ کے زمانہ کے مشہور واقعات میں سے شیعوں کی ایک لوٹ بھی

---

[۱] تمام یورپین اُن دنوں لدہانہ یا فیروز پور میں قیام رکھتے تھے۔ جو آر پار ستلج واقعہ ہیں۔ اور جو سرکار انگریزی کی عملداری میں تھے اور جہاں انگریزی چھاؤنی تھی۔

ہے ۱۲۴۷ھ (مطابق ۱۸۳۱ء) ۔۔۔ کے محرم میں شیعوں نے خلاف دستور تعزیہ نکالنے کا اشتہار دیا۔ جماعت اہل سنت نے مجوزہ طریق تعزیت کو خلاف شرع سمجھا۔ اور انہیں روکنا چاہا۔ معاملہ نے طول پکڑا۔ شیعہ بچارے کثرت سے لوٹے گئے۔ جڈی بل اور محلہ حسن آباد کو سنیوں نے آگ لگا کر خاکستر کر دیا اور شیعوں کے اکثر مکانات بھی مسمار و منہدم کئے گئے۔

بھمان سنگھ کی نسبت دفتر معلے لاہور میں یہ شکائیت تھی کہ ماہوارہ بہت دیر سے آتا ہے۔ مہاراجہ کے حکم سے وارث خاں کو دو ہزار روپیہ زاد راہ دیکر کشمیر اس غرض سے بھیجا گیا۔ کہ وہ رقم ماہوارہ جلد بھجوائے۔ اور ناظم کشمیر کو تحصیل مبالغ میں امداد دے۔ کچھ بقایا کی شکائیت۔ کچھ سنی و شیعہ کا فساد۔ غرض ان شکائیتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھماں سنگھ معزول کیا گیا۔ اور اس کی جگہ لاہور سے کنور شیر سنگھ ناظم کشمیر مقرر ہو کر مگھر سمت ۱۸۸۸ بکرمی میں روانہ ہوا۔

بھمان سنگھ کون تھا۔ کس قابلیت کا تھا کن حقوق سے کشمیر کی نظامت پر پہنچا۔ اور کس خیال کو مدنظر رکھکر اتنا بڑا عہدہ اس کو دے دیا گیا۔ ان حالات پر بالکل پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور اگر کچھ معلوم ہوا ہے تو یہی ہوا ہے۔ کہ وہ ایک "اردلی" تھا۔ سابقہ اور دیسی حکومتوں (اور موجودہ دیسی ریاستوں میں بھی) ایک "اردلی" ایک "جھیور" ایک "ٹہلیا" ایک "بسنتی بردار" اور ایک "ڈیوڑھی بان" کا کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو جانا ناممکن نہ تھا۔ لیاقت و قابلیت اور خاندانی اعزاز کی جگہ رئیس وقت کی نظر عنائیت کی زیادہ ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اور غالباً بھمان سنگھ اردلی بھی کسی نہ کسی وجہ سے رنجیت سنگھ کا منظور نظر ہو کر "اردلی" سے "نظامت" تک جا پہنچا تھا۔

شاہزادہ شیر سنگھ

(دو سال دو ماہ ۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۴ء تک)

شاہزادہ شیر سنگھ پوہ ۱۸۸۸ب کے آخر میں نہائیت آرام واطمینان کے ساتھ وارد خطہ

ہوا۔جب بارہ مولا پہنچا۔ نوزنگین مزاج شاہزادہ نے براہ کشتی سرینگر جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔کچھ تو سردی کی شدت بھی تھی اور کچھ برف باری کثرت سے ہوئی تھی۔اس لئے ہزاروں زمیندار اور ملاح اس غرض سے بیگاریں پکڑے گئے۔کہ لاٹھیوں بانسوں اور چپوّں سے برف کاٹ کر دریا کا پانی صاف کریں تاکہ کشتی بلا مزاحمت روانہ ہو۔غرض شاہزادہ بارہ مولا سے براہ کشتی تیسرے دن سرینگر پہنچا۔

شیر سنگھ لاکھ جوانمرد شاہزادہ سہی۔لیکن آخر شاہزادہ تھا۔شاہی محلات کا پروردہ اور عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔کشمیر کی آب وہوا نے اور بھی مستانہ بنادیا۔امورات ملکداری سردار بساکھہ سنگھہ[۵] کو سپرد کرکے آپ گل وگلزار کے نظارے لوٹنے لگا۔بساکھہ سنگھہ نے ملکی مالی اختیار لیکر اور شاہزادہ کو رعیت پروری سے غافل دیکھکر تحصیل مالیہ کے بہانہ غریب کشمیریوں پر وہ تشدد کیا کہ ملک میں ایک بدامنی سی پھیل گئی۔چند دنوں کے بعد اس نو دولت کو شہزادہ کی ہمسری کا دعوےٰ ہوا۔جس سے دونوں میں کدورت پیدا ہوگئی انتظام تو کچھ تھا ہی نہیں۔بدنظمی بھی برہم ہونے لگی۔انہیں دنوں کی نسبت کسی نے کہا ہے ؎

بود ور د زبان اہل خراج دھرم کا راج ملک کا تاراج

ادھر ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔اُدھر پنڈت گنیش راجہ اسکردو سے جنگ و جدل میں مصروف تھا۔آخر پنڈت کامیاب ہوا۔اور راجہ نے دربار خالصہ کا باجگذار ہونا قبول کیا۔واپسی پر رستے میں کوہستان حصورہ میں بلور کی ایک کان ملی۔جہاں پہرے مقرر کردیئے۔اور بہت سے ٹکڑے بلور کے شاہزادہ کی خدمت میں پیش کئے۔شیر سنگھہ وسعت ملک اور دریافت کان سے بہت مسرور ہوا۔اور اُسے صاحب کاری کا عہدہ عطا کیا۔بساکھہ سنگھہ کو یہ امر ناگوار گذرا۔لہو کے سے گھونٹ پی کر رہگیا۔شاہزادہ نے چند دنوں کے بعد پنڈت کو لاہور بھیجا کہ بساکھہ سنگھہ کی خود سریوں سے دربار اور خصوصاً مہاراجہ کو خبردار

[۵] بساکھہ سنگھہ کو مہاراجہ کی طرف سے دیوانی کا خطاب بھی تھا۔

کیا جائے۔ مہاراجہ ان حالات کے استماع سے بساکھہ سنگھ پر بہت ناراض ہوا۔ اور اُس کی واپسی کا پروانہ جاری کر کے شیخ غلام محی الدین کو کشمیر کی نظامت کا نائب نامزد کر دیا۔ اور خود بھی عازم کشمیر ہوا جب راجوری پہنچا۔ تو شیخ غلام محی الدین کے ساتھ جمعدار خوشحال سنگھ[۵۱] کو بھی کشمیر کی طرف ضروری انتظام کے لئے آگے روانہ کر دیا اور جب تک وہاں انتظام نہ ہو لے آپ کوہستان پونچھ کے سیر و شکار میں مصروف رہا۔

جمعدار خوشحال سنگھ یکم جیٹھ کو داخل کشمیر ہوئے[۵۲]۔ رعایا پر وہ دست تطاول دراز کیا۔ کہ لوگ اب بساکھہ سنگھ ہی کو غنیمت سمجھنے لگے۔ اشیائے خوردنی کی قسم سے جو جو چیز دستیاب ہو سکتی تھی تمام و کمال ضبط کر کے اُستے زمینداروں کو نان شبینہ کا محتاج کر دیا۔ اگر کسی کے مکان سے غلہ یا اجناس کی بو آتی۔ تو گھر کا گھر ویران کر دیتا۔ مہاراجہ نے اچھا خوشحال بھیجا کہ تمام کشمیر بد حال ہو گیا۔ شدت قحط سے چاروں طرف سے شور محشر کا نمونہ ظاہر ہونے لگا۔ مہاراجہ

---

[۵۱] خوشحال کا باپ گوڑ برہمن تھا اور پرگنہ سردھنہ ضلع میرٹھ میں معمولی دوکانداری کرتا تھا۔ ۱۸۰۷ء میں خوشحال کی عمر ۱۷ سال کی تھی۔ جبکہ وہ پیٹ کی فکر میں لاہور آیا۔ رفتہ رفتہ رنجیت سنگھ کے اردلیوں میں ہو گیا۔ چونکہ نہائیت ہوشیار اور نہائیت خوبصورت تھا۔ اس لئے مہاراجہ کی نظروں میں بہت جلد مقبول ہو گیا۔ جولائی ۱۸۴۴ء میں اس کی وفات ہو گئی۔ جمعدار خوشحال سنگھ جس نے رنجیت سنگھ کی خاطر سکھ مذہب قبول کر لیا تھا۔ کسی خاص لیاقت کا آدمی نہ تھا۔ صرف خوش شکلی اور خوب اندام ہونے کی وجہ سے اُس نے ترقی کی تھی۔ لاہور کا راجہ ہربنس سنگھ والیٔ ریاست شیخو پورہ جمعدار خوشحال سنگھ کا بھتیجا تھا۔ راجہ ہربنس سنگھ کا جانشین اب راجہ فتح سنگھ ہے

[۵۲] جمعدار خوشحال سنگھ کے بھیجے جانے کی وجہ یہ تھی کہ مہاراجہ کو کوٹلی (متصل میرپور علاقہ جموں میں) کنور شیر سنگھ کا عریضہ اس مضمون کا پہنچا کہ "متوسلان ایں نیازمند کہ بر نسق و نظام علاقہ جات کشمیر مستعد مے باشند۔ ثابت قدم نیستند" اسلئے آمدنیٔ سرکار میں کمی واقعہ ہونے کا اندیشہ ہے لہذا کوئی ایسا جابر تحصیلدار آنا چاہئے جو اپنی قابلیت و استعداد سے معاملۂ سرکار کی وصولی میں کمی واقع نہ ہونے دے چنانچہ اراکین سلطنت کے مشورے سے شیخ غلام محی الدین کے ساتھ جمعدار خوشحال سنگھ اور بھائی گورمکھ سنگھ بھی روانہ کشمیر کئے گئے۔ عمدۃ التواریخ دفتر سوم حصہ دوم صفحہ ۱۶۹

کو جب یہ دردناک کیفیت معلوم ہوئی تو اس خیال سے کہ ہمارے جانے سے اور بھی ابتری پیدا ہوگی۔ سیر کشمیر کا ارادہ فسخ کر دیا۔ اور پونچھ ہی سے واپس لاہور چلا گیا۔

اس وقت تک دیوان بساکھ سنگھ محبوس ہو کر لاہور پہنچ چکا تھا۔ مہاراجہ نے اُس سے پانچ لاکھ روپیہ طلب کیا۔ دیوان نے کہا کہ تمام زیورات جنسی خانگی فروخت کر کے ادا کر دونگا۔ غرض بہزار مشکل دیوان کو رہا کیا گیا۔

بھادوں ۱۸۸۹ب / ۱۸۳۲ء میں ناظم کشمیر شاہزادہ شیر سنگھ کے پاس امام بخش فراش مہاراجہ کا یہ پیغام لیکر آیا کہ دسہرہ کی تقریب کے لئے دو لاکھ روپیہ نقد۔ اکیس ٹنکی۔ ہنڈیوں اور کارداران شال داغ سے لیکر جلد تر ارسال کرو۔

اس کے بعد ساون کے مہینے پھر ساون سنگھ اردلی[۵۱] یہ پیغام لیکر آیا۔ کہ دو لاکھ روپیہ کی ہنڈیات اور دسہرہ کی فرمائشات بہت جلد ارسال کرو۔ شاہزادہ نے سبحان علی کے ہاتھ دو لاکھ کا ماہوارہ معہ دیگر فرمائشوں کے دربار میں ارسال کیا۔

۲۷ ماگھ سمت ۱۸۸۹ بکرمی کا لکھا ہوا ایک اور پروانہ پھاگن کے مہینے میں شاہزادہ شیر سنگھ کو اس مضمون کا ملا کہ مغرید[۵۲] صاحب فرنگی کو بمشاہرہ ایکہزار روپیہ ماہوار شال داغ مقرر کر کے اور ایک دوشالہ عمدہ اور پانصد روپیہ سفر خرچ دیکر روانہ کشمیر کیا جاتا ہے۔ لازم ہے کہ محال شال داغ کو بہ نسبت سابق زیادہ رونق دیجائے۔ اور کشمیر کے حالات سے بلاناغہ اطلاع دیجایا کرے۔

جمعدار خوشحال سنگھ قریباً تین مہینے تک کشمیر میں رہا۔ لیکن تباہی ایسی کر گیا کہ کئی برسوں تک کشمیر کی حالت سنبھلنے نہ پائی۔ چنانچہ جمعدار کے مظالم کی کچھ کیفیت عمدۃ التواریخ میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ وہ کیفیت اصل الفاظ میں اس غرض سے درج کی جاتی ہے۔ کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جمعدار کے جور و ستم سے کشمیر میں نہ ہندو بچ سکے نہ مسلمان۔ اُس کو روپیہ وصول کرنے سے مطلب تھا وہ

---

[۵۱] ساون سنگھ اردلی کو پانچ سو روپیہ بطور زاد راہ دیا گیا تھا۔

[۵۲] بہ سفارش لارڈ صاحب مغرید صاحب کو ملازم رکھا گیا تھا۔ لارڈ صاحب فرانسیسی تھے اُن کی پنجابی عورت کا مقبرہ لاہور میں موجود ہے۔

روپیہ خواہ کسی ہندو سے ملتا خواہ مسلمان سے۔ لکھا ہے کہ[۱] "بمجرد رسیدن آنجا نائرہ قہر و غضب مشتعل ساختہ دست ظلم و تعدی بر جمیع کارداران و باشندگان کشمیر دراز ساختند و کارداران کنور شیر سنگھ را قید کردند۔ اقرار تفصیل وصول نذرانہ از کارداران آنجا کنانیدند۔ پنڈت سورج بھان مبلغ یک لاکھ نوّے ہزار۔ منشی تلوک چند پنڈت ۷۵ ہزار۔ ہمت پنڈت فوطہ دار ۲۵ ہزار۔ پنڈت کول بھان ۳۵ ہزار۔ شنکر پنڈت کوترو ۱۵ ہزار۔ شیخ جلال الدین مقیم داغ شال ۷۵ ہزار۔ جماعہ مقیمان دوا فروشاں پچاس ہزار چندر بٹ سررشتہ دار داغ شال ۲۵ ہزار۔ قانون گویاں پرگنات ۵۶ ہزار۔ از کارداران متفرقہ ۹۵ ہزار۔ از کارداران کنور شیر سنگھ ۸۵ ہزار آنچہ کہ اسباب نفیسہ در توشہ خانہ کنور شیر سنگھ از قسم ظروف ہائے نقرہ و طلا و بلور و رقم ہائے جواہر و پشمینہ و خیمہ ہائے فرمائیشی کہ چوب ہائے از طلا و نقرہ بود بقدر مبلغ ہفت لک روپیہ در قابوئے خود کردہ از ورود جماعہ دار و بھائی گورمکھ سنگھ و افواج متواترۂ سرکار قحطے عظیم در کشمیر کہ باشندگان آنجا از خانماں آوارہ شدہ باطراف گریختہ رفتند در اثنائے راہ اطراف فوج فوج جاں بحق تسلیم کردہ قریب سہ ماہ جمعدار وغیرہ در کشمیر استقامت داشتند از قسم اسپاں قبیل و عمدہ نمونہ نگذاشتہ از ہر کس بزور گرفتند۔ مردمان کشمیر بقدر ہزارہا در امرتسر جی آمدند بلکہ تا دہلی و کلکتہ و بنارس رسیدند" اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعدار خوشحال سنگھ سات لاکھ ۲۶ ہزار نقد اور سات لاکھ کا سامان علاوہ اعلےٰ تریں قسم کے بیشمار گھوڑوں کے صرف تین مہینے کے عرصہ میں کشمیر سے کھینچکر لاہور لے گیا۔ اس کے علاوہ بھائی گورمکھ سنگھ بھی اسی عرصہ میں ۶۳ ہزار روپیہ کی قیمت کا اسباب اور پچاس ہزار روپے نقد ذاتی طور پر اپنے ہمراہ لایا۔ اس قحط میں بہت سے کشمیری ہمیشہ کے لئے ترک وطن کر کے پنجاب اور ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گئے۔ بلکہ ان ممالک میں آجکل جو کشمیری اقوام نظر آتی ہیں۔ زیادہ تر اسی زمانہ کے مہاجرین سے ہیں۔ غرض

---

[۱] صفحہ ۱۷ دفتر سوم حصہ دوم عمدۃ التواریخ

اس سبز قدم جمعدار نے تمام کشمیر کو ویران کر دیا۔ چھوٹا بڑا امیر غریب رذیل شریف کوئی ایسا نہ تھا۔ جس پر آفات ارضی و سماوی (یعنی مظالم جمعدار اور قحط و برف باری) کا اثر نہ ہوا ہو۔ خلاف توقع اس موسم میں برف باری بھی اس کثرت سے ہوئی کہ تمام درد طلب شالی خراب ہو گئی۔ غلہ بھی گیا اور گھاس بھی۔ برف نے دونوں کو نیچے دبا دیا۔ انسانوں کے ساتھ حیوان بھی مرنے لگے۔ غرض عجب کس مپرسی کا زمانہ تھا۔ اسی محشر خیز زمانہ میں جبکہ انسان اور حیوان دونوں شدت گرسنگی سے تڑپ رہے تھے۔ گاؤکشی کا ایک واقعہ ہوا۔ حاکمان وقت نے اس نازک وقت کا تو کچھ خیال نہ کیا۔ اور بارہ آدمیوں کو گرفتار کر کے اور بعد میں اُن کی ہلاکت سے اس بات کا ثبوت دیا کہ موجودہ حاکموں کے نزدیک حیوانوں کی قدر انسانوں سے زیادہ ہے۔ تاریخ جدولی میں لکھا ہے۔ کہ شاہزادہ شیر سنگھ کے زمانہ اور خصوصاً جمعدار کے مظالم کے وقت ایک روپیہ کے دو سیر چاول بھی نہ ملتے تھے[91]۔ جب ملک کی تباہی اور بربادی کا حال سمع اعلیٰ یعنی مہاراجہ تک پہنچا۔ تو بہت افسوس ظاہر کیا۔ اور شاہزادہ شیر سنگھ کے نام ایک پروانہ اس مضمون کا بھجوایا گیا کہ کشمیر کی اسقدر تباہی ہو گئی ہے۔ کہ سارا عالم جانتا ہے۔ اہل کشمیر جوق جوق پنجاب میں آ رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جمعدار نے ملک کو تباہ کر دیا ہے۔ لیکن افسوس بہ ایں حالات آپ نے کبھی "سرکار" میں اس درد انگیز کیفیت کی اطلاع نہیں دی۔

اسی اثنا میں جمعدار خوشحال سنگھ نے کشمیر سے ایک عرضی ارسال کی کہ رقم کثیر لیکر عنقریب حاضر ہوتا ہوں۔ مہاراجہ نے فرمایا جمعدار نے روپیہ تو جمع کر لیا۔ لیکن افسوس کشمیر کو تباہ کر دیا[92]۔

[91] اس سے پیشتر فی روپیہ ایک خروار چاول (دو من چار سیر) عام طور پر ملا کرتے تھے۔

[92] تاریخ رئیسان پنجاب میں جمعدار خوشحال سنگھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ کشمیر میں ۱۸۳۲ء بہت ناقص سال تھا۔ ملک میں گرانی تھی۔ لیکن جمعدار کے ظلم سے یہ گرانی قحط کے ساتھ مبدل ہو گئی۔ سالانہ مالیہ کی تعداد دو تہائی کم ہو جانے کے باوجود بھی خلقت روٹی کی تلاش میں ملک چھوڑ کر نکل گئی۔ رنجیت سنگھ کو جمعدار۔ بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۶ پر

حکم ہوا کہ راجگان پونچھ۔ راجوری اور جموں کو بہ تاکید اکیلا لکھا جائے۔ کہ کشمیر میں شدت قحط سے رعایا جاں بلب ہے۔ اس لئے جس قدر بیوپاری کشمیر میں غلہ روانہ کریں اُن سے محصول ہرگز نہ لیا جائے۔ اور اسمیں کسی قسم کی غفلت نہ ہو۔

ناظم کشمیر نے ایک معزز سکھ سردار[1] کے گذارہ کے لئے مہاراجہ کے حضور میں سفارش کی جو پہلے تو مرفع الحال تھا۔ لیکن اب گردش روزگار اور خصوصاً قحط کشمیر کے مصائب سے اپنی سفید پوشی کسی صورت میں قائم نہ رکھ سکتا تھا مہاراجہ نے سفارش منظور کی۔ اور خزانہ کشمیر سے گیارہ روپیہ یومیہ دیئے جانیکا پروانہ بنام ناظم کشمیر جاری ہوا۔

معلوم ہوا کہ جمعدار کے ساتھ جن لوگوں نے ظلم وستم پر کمر باندھی تھی۔ اُن میں چندر بھان۔ وارث خاں۔ دیوی سہائے شال داغ والہ اور رائے چند وغیرہ کارداران کشمیر بھی شامل تھے۔ مہاراجہ کے حکم سے سب کو محبوس کیا گیا۔ اور جب تک نذرانہ کافی ان سے وصول نہ ہوا ان کو رہائی ملی جمعدار چونکہ حد سے زیادہ منظور نظر تھا۔ اسلئے اُسپر صرف ناراضگی کا اظہار ہی کافی سمجھا گیا۔

شاہزادہ شیر سنگھ ناظم کشمیر نے پوہ سمت ۱۸۹۰ بکرمی میں کشمیر سے ماہوار روانہ کیا۔ جو لوگ ماہوارہ کے ہمراہ تھے۔ اُن کو دربار لاہور سے فی روپیہ دو دو روپے کے حساب سے انعام دیا گیا۔ ماہوارہ میں نقدی کے علاوہ پشمینہ کی ایک کافی مقدار تھی۔ جواب میں ناظم کشمیر کو لکھا گیا کہ ملک کی آبادی کا خیال رکھو۔ رعایا پروری سے کام لیتے رہو۔ اور ماہوارہ جلد جلد ارسال کرتے رہو۔

شاہزادہ کے پاس اسی مہینے میں ایک اور پروانہ مہاراجہ کی طرف سے آیا۔ کہ راجہ ہیرا سنگھ کے خدمتگار چھجو کو بھیجا جاتا ہے کہ شیخ غلام محی الدین سے پچاس ہزار بابت شال داغ۔ اور پچاس ہزار روپیہ بابت معاملہ شنالی راجہ سوچیت سنگھ کے حساب سے وصول کرا کے خدمتگار مذکور کے ہاتھ روانہ

کے مظالم سے کچھ عرصہ تک بہت ناراضگی رہی۔ مگر جمعدار کو جلد پھر مثل سابق مقبولیت حاصل ہوگئی"

[1] خالصہ گوردت سنگھ کلو والی والہ

کردو۔ اور عنقریب کمیدان میاں سنگھ نظامت کشمیر پر مامور ہو کر آتا ہے اس کے پہنچنے پر اپنے آپکو سرکار میں حاضر کرو۔

کرنیل میہاں سنگھ کمیدان

(سات سال چار دن ۱۸۳۴ء سے ۱۸۴۱ء تک)

۱۲ ار چیت سمت ۱۸۹۱ بکرمی کو میاں سنگھ[۱] کو مہاراجہ کے دربار سے اس مضمون کا پروانہ عطا ہوا۔ کہ "نظامت کشمیر کی خدمت تمہارے سپرد کی جاتی ہے۔ ملک کی آبادی اور رعایا کی غور پرداخت کا خیال تمہارے ذمہ ہے۔ اس میں کسی قسم

[۱] سردار میہاں سنگھ سردار امیر سنگھ کھتری سکنہ مان تحصیل و ضلع گوجرانوالہ کے باشندے تھے۔ جوں جوں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا اقبال اوج ترقی پر ہوتا گیا۔ میہاں سنگھ بھی اپنی بہادری اور لیاقت کی وجہ سے ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ عہدہ جرنیلی پر سرافراز کیا گیا۔ جرنیل میہاں سنگھ کی بہادری میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ مختلف لڑائیوں میں اُن کو ۲۷ عدد زخم کاری لگے ہوئے تھے۔ جو جا بجا سئے گئے تھے۔ اُن کے حوصلہ اور دلیری میں یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہ ایک دفعہ وہ جنگ افغانان میں زخمی ہو کر گر پڑے۔ جب رات کو پٹھان لوگ مردہ سپاہیوں کے کپڑے اُتارنے آئے۔ تو پٹھانوں نے جرنیل میہاں سنگھ کو (جو بہت موٹے اور جسیم و لحیم تھے) مردوں میں پڑا دیکھ کر ازراہ تمسخر کہا کہ دیکھو کتنے موٹے شخص کی یہ لاش ہے۔ اور ساتھ ہی ایک برچھی اُس کے جسم میں چبھو دی۔ جرنیل صاحب نے باوجود برچھی کے جسم میں دھس جانے کے اُف تک نہ کی۔ آخر دوسرے دن جب سکھوں کی کمک آئی۔ تو وہ مردہ لاشوں میں سے اُن کو اُٹھا لائے۔ اور ایک مدت کے بعد تندرست ہو گئے جرنیل میہاں سنگھ تین بھائی تھے۔ ایک خود ایک سردار [illegible] سنگھ کمیدان جو لاولد فوت ہو گئے تیسرے سردار عطر سنگھ جن کے تین بیٹوں میں سردار سنگت سنگھ موضع باریوال ضلع گوجرانوالہ کا نمبردار ہے۔

کرنیل میہاں سنگھ اس ضرب المثل پر کہ مرجائے مگر بات نہ جائے۔ مرتے دم تک کاربند رہا۔ جو کوئی اس کی پناہ میں آ جاتا تھا۔ خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ پر

کی کوتاہی نہ ہو۔ دوشالہ ہائے بیش قیمت مابدولت کی ذات خاص کیلئے روانہ کئے جائیں"۔ رخصت کے وقت یک راس اسپ بازین نقرہ عطا ہوا۔

اسی سال کے بیساکھ کی چھٹی تاریخ تھی کہ کرنیل میہاں سنگھ اہل خطہ کے لئے فرشتہ رحمت بنکر وارد کشمیر ہوا۔ لکھا ہے کہ جس زمانہ میں یہ کشمیر پہنچا لوگ نہایت مصیبت میں مبتلا تھے۔ کوچہ و بازار میں گندگی کے ڈھیر جمے ہوئے تھے۔ بلکہ اُس پر گھاس اور کاہی اُگی ہوئی تھی۔ جس گھر میں چراغ جلتا تھا اور جہاں دو وقت کھانا پکتا تھا۔ وہ گھرانہ بڑا آسودہ اور دولتمند سمجھا جاتا تھا۔ جب میہاں سنگھ نے ملک اور اہل ملک کی یہ حالت دیکھی تو بہت افسوس کیا اور بارگاہ الٰہی میں دُعا کی کہ الٰہی اس ویران و تباہ ملک کی صوبیداری اور اصلاح جس طرح تو نے اس مورِ ضعیف کے سپرد کی ہے اُسی طرح اس مورِ ضعیف کو ہمدوش سلیمان بنانا اور اس خستہ حال ملک کو آباد کرنا بھی تیرا ہی کام ہے۔

میہاں سنگھ بڑا نیک نیت رعایا پرور اور فقیر دوست حاکم تھا۔ فقراسے

اُس کی حفاظت وہ اپنا فرض سمجھا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک واقعہ مشہور ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ معہ اپنے منظورِ نظر جمعدار خوشحال سنگھ اور دیگر اراکین کے شکار کو گئے۔ کرنیل میہاں سنگھ بھی ہمراہ تھا۔ ایک خرگوش کے پیچھے جمعدار کے کتے دوڑ رہے تھے۔ وہ خرگوش جان بچانے کے لئے جرنیل صاحب کے ڈیرہ میں آگیا۔ میہاں سنگھ کے آدمی خرگوش کو پکڑ کر اُس کے پاس لیگئے۔ اتنے میں جمعدار بھی آگیا۔ اور اپنا شکار طلب کیا۔ جرنیل صاحب نے کہا کہ یہ جانور میری پناہ میں آگیا ہے۔ اس کا واپس دیا جانا اب مشکل ہے۔ یہ جھگڑا مہاراجہ صاحب تک پہنچا۔ رنجیت سنگھ کو چونکہ جمعدار کی خاطر منظور تھی اس لئے کرنیل میہاں سنگھ کو کہا کہ ایک بے حقیقت جانور پر اس قدر تکرار کی کیا ضرورت ہے۔ جمعدار کا شکار ہے۔ جمعدار کو دیدو۔ کرنیل نے کہا میری پناہ میں آچکا ہے۔ اس کا واپس دیا جانا اصول اور آئین کے خلاف ہے۔ آخر نوبت بایں جارسید کہ کرنیل میہاں سنگھ نے خرگوش کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور مہاراجہ صاحب سے کہا۔ کہ یہ لشکر اور سامان آپ کو مبارک رہے۔ میں خرگوش کو نہیں چھوڑ سکتا۔ آخر مہاراجہ نے جمعدار کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔ اور خرگوش کرنیل میہاں سنگھ ہی کے پاس رہا۔

اُسے بہت عقیدت تھی۔ ایک فقیر حکیم شاہ مجذوب کی بہت لوگوں سے تعریف سُنی۔ خود اُس کے پاس گیا اور کہا کہ ملک کی آبادی اور رعایا کی خوشحالی کیلئے دعا کرو۔ فقیر نے کہا "طراوت مزرعات سقا نتواند ساخت۔ آب بصفات ذاتیۂ خود مزرعات را شادابی مے بخشد۔ سقا چرا خود را مجرم مے سازد"۔ یہ سنکر میہاں سنگھ کو بہت حوصلہ ہوا اور وہ خوشی خوشی لوٹ آیا۔

بیساکھ کے اخیر میں معلوم ہوا کہ پشم شال جو تبت سے آتی ہے وہ براہ راست جموں چلی جاتی ہے اور کشمیر کو اُس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ دربار میں پے درپے عریضے لکھے لیکن جب شنوائی نہ ہوئی تو اپنے خاص اردلی کے ہاتھ اس مضمون کی ایک عرضی لکھی کہ "پشم شال تبت سے جموں جاتی ہے کشمیر بالکل ویران ہو رہا ہے۔ بہت مرتبہ عریضے بھیجے گئے لیکن بھائی رام سنگھ[۵۱] راجہ کلاں (راجہ دھیان سنگھ) کے لحاظ سے سرکار میں گذارش نہیں کرتے۔ اسلئے اب خاص اپنا اردلی بھیجا جاتا ہے"۔ اردلی کو یہ سمجھا دیا گیا۔ کہ جب مہاراجہ کی سواری قلعہ سے نکلے۔ تو بغیر کسی کے خوف اور لحاظ کے یہ عرضی اُن کے ہاتھ میں دیدینا چنانچہ اردلی نے ایسا ہی کیا۔ مہاراجہ کو جب مضمون سے آگاہی ہوئی۔ تو راجہ گلاب سنگھ پر سر دربار عتاب ظاہر کیا۔ اور فرمایا کہ منصدیان سرکاری جب عرائض بھی پیش نہیں کرتے تو وہ کس مرض کی دوا ہیں۔ بھائی رام سنگھ پر بھی خفگی ظاہر فرمائی۔ اور کرنیل میہاں سنگھ کو جواب لکھا۔ کہ مُلا فراش اور سُکھہ لال کو دریافت حالات کیلئے روانہ کشمیر کیا جاتا ہے تم آبادیٔ کشمیر میں ساعی رہو۔ راجہ کلاں کو بھی اس باب میں تاکید کیگئی ہے۔ میہاں سنگھ نے پنڈت گنیش در کو اپنا صاحب کار بنایا۔ تیس ہزار من اور بقول بعض پچاس ہزار من غلہ اطراف پنجاب سے منگوا کر کشمیر میں بہت کم نرخ پر تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ راجوری مظفر آباد۔ کرناہ اور کشتواڑ سے بھی سولہ روپے فی خروار غلہ خرید کر کشمیر میں تین روپے کے حساب سے فروخت کیا۔ گائے بھینس۔ مرغی۔ انڈے کثیر تعداد میں پنجاب سے منگا کر زمینداروں میں تقسیم کئے۔ ملک میں خود دورہ کیا اور زمینداروں کے دل تسلی آمیز الفاظ سے خوش کئے۔ غلہ داروں کے پاس جسقدر غلہ پوشیدہ رکھا ہوا تھا سب

---

[۵۱] اس خاندان میں بولاقا سنگھ پہلا شخص تھا جسکو گورو گوبند سنگھ نے بھائی کا خطاب دیا تھا۔ بھائی رام سنگھ بولاقا سنگھ کے پڑپوتے تھے ۱۸۰۲ء میں رام سنگھ مہاراجہ کے دربار میں آیا اور مہاراجہ کے مزاج پر اسقدر حاوی ہو گیا کہ اسکا ڈیرہ ہمیشہ مہاراجہ کے ڈیرہ کے ہمراہ رہتا تھا۔ کنور نونہال سنگھ نے چونکہ بھائی رام سنگھ کے ہاتھ سے پہل لی تھی۔ اس لئے کنور کے عہد میں اس کا اقتدار اور بھی بڑھ گیا کنور کے مرنے کے بعد اُس کی ماں چند کور کو حکومت دلاتے میں اُس کا سب سے بڑا حامی بھائی رام سنگھ ہی تھا۔ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ کے بعد وہ کونسل میں داخل ہوا۔ راجہ لعل سنگھ سے اسکی سخت مخالفت تھی۔ نومبر ۱۸۴۷ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد چودہ لاکھ روپیہ نکلی تھی۔

نکلوایا - اور مناسب نرخ پر فروخت ہونے کے لئے بازاروں میں بھجوا دیا - اثنائے دورہ میں جب پرگنہ اسلام آباد پہنچا - تو وہاں جگن ناتھ اور بقول بعض جگر ناتھ نام ایک (برائے نام ساد ہو) جو جاگیر دار تھا - معلوم ہوا کہ اس کے پاس بیشمار غلہ موجود ہے - کرنیل میہاں سنگھ خود اس کے پاس گیا - اور اس کو سمجھایا کہ رعایا فاقوں سے مر رہی ہے - یہ تن پروری اچھی نہیں - اس لئے بانٹ کے کھاؤ اور جو نرخ مقرر کیا گیا ہے - اُسی کے مطابق غلہ فروخت کرو - جگن ناتھ نے کہا - کہ تمکو میری جاگیر پر کوئی اختیار نہیں کم نرخ پر فروخت کروں یا زیادہ پر - یا بالکل ہی نہ بیچوں اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے - میہاں سنگھ کو سخت غصہ آیا - ساد ہو کو (جو در اصل دنیا داروں سے بھی بدتر تھا) مسند سے نیچے اُتار کر ایک دھکا دیا اور حکم دیا کہ اسکو درخت سفیدہ کے ساتھ اُلٹا لٹکا دو - تاکہ یہ ساد ہو اوروں کے لئے عبرت کا سبق ہو - اسی طرح اور بہت سے بے رحم اور سنگدل غلہ داروں کو عبرت بخش سزائیں دیکر کشمیر میں نوشیروانی عہد قائم کر دیا - دربار لاہور کا ایک پروانہ ۲۸ جلیٹھ سمت ۱۸۹۲ بکرمی کا لکھا ہوا میہاں سنگھ کے نام آیا - کہ وین صاحب لدہانہ سے برائے سیاحت کشمیر میں آتے ہیں - ان کے استقبال اور خاطر تواضع میں کسی طرح کی کمی نہ ہو - ان کی رہائش کے لئے مکان بہت اچھا ہو - اور جب یہ کشمیر پہنچیں تو پانصد روپیہ درجہ ضیافت - ظروف ہائے شیرینی - پندرہ پارچہ اور یکصد شاخ بزغالہ ان کو پیش کئے جائیں - ساون کے پہلے ہفتہ میں وین صاحب کے کشمیر پہنچنے پر ناظم کشمیر نے جواب میں لکھا کہ "وین صاحب کشمیر پہنچ گئے ہیں - حسب الارشاد ضیافت و تواضع شان شایاں کی گئی" ماہ کھادوں میں میہاں سنگھ نے مہاراجہ کی خدمت میں دو لاکھ روپیہ کا اسباب (از قسم پشمینہ وغیرہ) تیار کرا کے کشمیر بھجوایا - اور عرض کیا کہ رقم ماہوارنہ بھی عنقریب ارسال ہو گی -

عہد افاغنہ سے ملک میں چوروں کا ایک فرقہ پیدا ہو گیا تھا - جسکا وجود اب بھی پایا جاتا ہے - اسے گلہ بان کہتے ہیں - سکھوں کے زمانہ بدامنی میں اس فرقہ نے بڑا زور پکڑ لیا - دن دہاڑے غریب رعایا کا مال و اسباب چارپائی اور مویشی محاصل اراضی اور زراعت جو پاتے لوٹ کر لے جاتے تھے اور کوئی حاکم

ان کا تدارک کرتا تھا اور کرتا بھی کس طرح کیونکہ اس زمانہ ناشدنی میں حاکم اور ڈاکو میں کوئی تمیز نہ تھی دونوں غارتگری اور تاراج پر کمربستہ تھے۔ جو سب سے زیادہ طاقتور ہوتا سب سے زیادہ لیجاتا۔ منجملہ ان قزاقوں کے خیرہ گلہ بان نے تو ملک کو فنا کر دیا تھا۔ دو تین سو سوار ہر وقت اسکے ہمراہ رہتے تھے۔ غارتگری کے علاوہ نوجوان لڑکیاں اور دلہنیں راستے سے جبراً پکڑ کر لیجاتا تھا۔ اور کوئی بھی اسکا مواخذہ نہ کر سکتا تھا۔ جب کرنیل میہاں سنگھ کو معلوم ہوا تو اس نے چاہا کہ باستمالت وہ اسکا مقابلہ کرے۔ لیکن وہ بدمعاش قابو نہ آیا۔ آخر موسم خریف میں اُسنے دیوان کاہن سنگھ کو کامراج بھجوایا اور خود مراج کی طرف بڑھا۔ دونوں نے گلہ بانوں کو گرفتار کر کے سخت معقول سزائیں دینی شروع کیں۔ تلواروں اور کلہاڑیوں سے انکے عضو کاٹ کر درختوں پر لٹکا دیئے۔ بہتوں کو سرِ راہ پھانسی دیکر وہیں آویزاں رہنے دیا۔ بعضوں کے ہاتھ ناک اور کان کٹوا دیئے۔ خیرہ گلہ بان پھر بھی قابو نہ آیا۔ ناظم نے اسکی گرفتاری کے لئے شاہی فوج تعینات کی مگر پھر بھی ہاتھ نہ لگا۔ آخر کار خفیہ پلیس مقرر کی۔ اور شکروہ کے ایک مقدم نے دوست بنکر اسے گرفتار کر لیا۔ ناظم میہاں سنگھ نے زینہ کدل پر خیرہ گلہ بان کو پھانسی[۵۱] دی اور لاش عرصہ تک وہیں لٹکتی رہی۔ ناظم صوبہ کی ذراسی توجہ سے تمام ملک میں ایسا امن قائم ہو گیا۔ کہ کشمیر سچ مچ کا بہشت معلوم ہوتا تھا۔

میہاں سنگھ کے نام دربار لاہور سے حکم آیا کہ مندرجہ ذیل رقوم خزانہ کشمیر سے ادا کی جائیں۔ صاحبزادہ[۵۲] کھڑک سنگھ ۲۵ ہزار روپیہ۔ کنور نونہال سنگھ ۲۱ ہزار روپیہ۔ والدہ صاحبزادہ بلند اقبال ۲۱ ہزار۔ چیت سنگھ ہزارہ۔ در وجہ تنخواہ[۵۳] کنور پرتاب سنگھ پانچہزار روپیہ معہ دوشالہ تھان کمخواب و زیورات رقم جواہر پنج عدد۔

---

[۵۱] ویلی آف کشمیر مصنفہ سر والٹر لارنس میں لکھا ہے۔ کہ جب خیرہ گلہ بان کو پھانسی دی گئی تو اسکے ساتھ گلہ بانوں کی قریباً نصف آبادی بھی سولی پر لٹکا دی گئی تھی

[۵۲] یہ حکم ماہ بھادوں میں آیا تھا۔

[۵۳] یہ حکم ماہ اسوج میں آیا تھا۔

اسوج کے مہینے میں میہاں سنگھ نے کاہن سنگھ کے ہاتھ یک لاکھ روپیہ نقد اور دو بدرے پشمینہ کے دربار میں بھیجے وہاں سے حکم ہوا کہ ۲۶ لاکھ روپیہ بابت اجارہ سرکار عالی جلد تر آنا چاہئے۔ ماگھ میں اس مضمون کا ایک پروانہ آیا۔ کہ اجیت سنگھ لاڈوہ والے کو گیارہ ہزار کی سالانہ جاگیر کشمیر میں عطا کی گئی ہے۔ لازم ہے کہ بورود پروانہ ہذا اسکو فوراً عمل دخل دیدو

وین صاحب کے ہمراہ جنکا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ ایک صاحب بیران ہوکل بھی تھے۔ یہ صاحب جرمنی کے رہنے والے تھے۔ لداخ اور کشمیر کی سیر و سیاحت سے فارغ ہوکر ۲۹ پوہ کو یہ لاہور پہنچے۔ مہاراجہ نے جو بڑا پولیٹکل کھلاڑی تھا۔ اُن کو دربار میں حاضر ہونیکا حکم دیا۔ وہ آئے اور پانصد روپیہ رسم و آئین کے بموجب اُنہوں نے سروار نہ کیا۔ مہاراجہ نے کہا تمہارا وطن یوروپ میں کونسا ملک ہے۔ انہوں نے جواب دیا جرمنی۔ مہاراجہ نے کہا کیا افواج کے کام سے بھی واقف ہو۔ جب انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو کہا کہ ایک ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ دی جائیگی۔ تم لوگ افواج خالصہ کو بھی یوروپین قواعد میں ماہر کردو۔ انہوں نے جواب دیا ہم کو کوئی عذر نہیں لیکن ہم بہت جلد واپس وطن جانا چاہتے ہیں۔ اور یہ کام بہت دیر طلب ہے۔ مہاراجہ نے کہا کشمیر دیکھا؟ جواب بلا! دیکھا اور خوب دیکھا۔ پوچھا ملک کا کیا حال ہے کہا ملک خوب آباد اور رعایا دلشاد ہے۔ پہلے مظالم نیست و نابود ہوگئے ہیں۔ فرمایا۔ اکثر لوگ کہتے ہیں ناظم[1] کشمیر (میہاں سنگھ) معاملۂ سرکار خورد برد کر جاتا ہے۔ تمہارے خیال میں کیا یہ صحیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ممکن ہے ہو اور ممکن ہے نہ ہو۔ فرمایا اگر اسکو معزول کردیا جائے۔ تو تمہاری رائے میں رعایائے کشمیر پر اس معزولی کا کیا اثر ہوگا۔ کہا ناظم جدید سے شاید اس قدر جلدی رعایا مانوس نہ ہو سکے۔

---

[1] مہاراجہ کسی صوبیدار کو کسی ملک اور خصوصاً کشمیر میں جو دارالخلافہ سے بہت دُور تھا۔ زیادہ عرصہ تک نہ رہنے دیتا تھا۔ اور کسی نہ کسی بہانے یا الزام سے اُسکو واپس منگوا لیتا تھا میہاں سنگھ چونکہ کشمیر میں ہردلعزیز ہو رہا تھا۔ اس لئے مہاراجہ پولیٹکل مصلحت کے باعث اُس کے واپس بلانے کے بہانے تراش رہا تھا۔

جب فصل ربیع جمع ہوگیا تو ناظم صوبہ نے چار روپے خروار بیچنے کا اعلان کردیا۔ ایک لاکھ خروار شالی جو راجہ سکھہ جیون کے عہد سے زمینداروں کے نام تقاوی باقی چلی آتی تھی۔ سر بسر معاف کردی۔ جب موسم خریف میں بھی کامل فصل تیار ہوگیا تو کرنیل میہاں سنگھہ دورہ پر نکلا۔ اور گنیش در کی امداد سے مالیہ سرکاری کا انتظام کرنے لگا۔ ہر جگہ محاصل کی تشخیص منصفانہ طور پر کرکے اُس نے مجوزہ مقرر کیا۔ سرکاری شالی کو صاف کراکے وزن کرایا اور فی خروار چھ منوٹہ[۵۱] مجرائی ٹھہرا کر تمام سرکاری شالی متاجروں کی تحویل میں دیدی۔ سال آئندہ دو روپے خروار شالی فروخت کرنے کا حکم جاری کیا۔ اگر کوئی کاردار۔ تحویلدار یا سوداگر ناصاف شالی فروخت کرتا تو اُسکے ہاتھ کٹوا دیتا اور جرمانہ بھی اخذ کرلیتا۔ ایکدن شالی کی کشتیوں کے ملاحظہ کیلئے گیا ایک ملاح کو حکمدیا کہ ہاتھ دریا میں تر کرکے شالی کے انبار میں ڈالو اُس نے ایسا ہی کیا اور شالی سے باہر نکالنے پہ ہاتھ پر گرد جمی ہوئی پائی گئی۔ اسی وقت اُسکا ہاتھ کٹوا دیا۔ دوسرے دن ایک بڑھیا کسی کاردار سے شالی خرید کرکے گھر کو آرہی تھی۔ رستے میں اتفاقیہ میہاں سنگھہ نے دیکھ لیا۔ اُس نے اسکی شالی وزن کرائی تو شالی وزن سے کم نکلی۔ اُسی وقت ترازو دار کی ناک کٹوا دی

کرنیل میہاں سنگھہ کے عدل وانصاف کی بہت سی حکائتیں اور روائتیں کشمیر میں مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے تین کا ذکر کیا جاتا ہے۔[۵۲]

ا۔ ایک درخت پر ایک کوّے کا گھونسلا تھا۔ جس میں اُس کے انڈے تھے۔ اُس درخت کو نرکھانوں نے کاٹنا شروع کیا۔ کوّا پرواز کرکے ناظم کشمیر کے دربار تک پہنچا۔ اور زور شور سے چلانا شروع کیا۔ جنرل میہاں سنگھہ نے اُس کی کائیں کائیں اُس کے ستم رسیدہ ہونے پر محمول کرکے ایک سوار کو روانہ کیا۔ کوّے نے پرواز کی سوار اُس کے ساتھ ساتھ گیا۔ جب کوّا اپنے گھونسلے والے درخت پر پہنچا۔ تو وہاں ٹھہر گیا۔ اور پھر کائیں کائیں کرنے لگا۔ سوار نے نرکھانوں کو جو ابھی شروع ہی

---

۵۱ ایک منوٹہ یا من ڈیڑھ سیر کشمیری کے برابر ہوتا ہے۔

۵۲ ممکن ہے۔ اِس روائیت میں مبالغہ ہو۔ مگر کم سے کم جنرل میہاں سنگھہ کی نصفت شعاری اور رعیت پروری کا اس سے پتہ لگ سکتا ہے۔

ہوئے تھے۔ درخت کے کاٹنے سے منع کر دیا۔

۲۔ دو شخصوں کی دو گھوڑیاں ایک ہی جگہ باہر چرنے جاتی تھیں۔ ایک گھوڑی نے بچہ دیا۔ لیکن اس بچہ کو دونوں گھوڑیاں یکساں پیار کرتی تھیں۔ خدا کی قدرت سے دوسری گھوڑی کو بھی دودھ اتر آیا۔ بچہ بھی دونوں کا دودھ پیتا اور مزے کرتا تھا اس بنا پر دونوں کے مالک اس بچہ کے دعویدار ہوئے۔ معاملہ جنرل میہاں سنگھ تک پہنچا۔ اس نے حکم دیا کہ دونوں گھوڑیوں کو دریا کے کنارے باندھ دیا جائے اور بچھڑے کو کشتی میں سوار کر دیا جائے۔ گھوڑیوں نے یہ دیکھکر ہنہنانا شروع کیا جب کشتی دریا کے عین وسط میں پہنچی تو جنرل میہاں سنگھ کے حکم سے دونوں گھوڑیاں کھول دی گئیں۔ ایک تو لب دریا ہنہناتی رہی اور دوسری تیر کی طرح تیرتی ہوئی کشتی کے پاس جا پہنچی۔ اس کے بعد فیصلہ آسان تھا۔ کہ یہ بچہ کس گھوڑی کا ہے۔

۳۔ ایک عورت کی اپنی بہو سے سخت عداوت تھی۔ اتفاق سے ایک ہی دن بہو اور بیٹی کے ہاں (جو اسی کے گھر میں تھی) بچے پیدا ہوئے۔ بہو کے ہاں لڑکا ہوا اور بیٹی کے ہاں لڑکی۔ لیکن ساس نے لڑکی کو لڑکا اور لڑکے کو لڑکی بنا دیا۔ بہو کو خبر ہوئی وہ روئی پیٹی معاملہ جنرل تک پہنچا۔ جنرل میہاں سنگھ نے دونوں عورتوں کا دودھ ایک پیمانہ میں لے کر اس کا وزن کرایا۔ بہو کے دودھ کا وزن بھاری پایا گیا۔ آخر لڑکا اس بنا پر بہو کے حوالے کیا گیا۔ کہ بروئے حکمت لڑکی والی ماں کے دودھ سے لڑکے والی ماں کا دودھ بھاری ہوتا ہے۔

۴ ساون سمت ۱۸۹۳ ب مطابق ۱۸۳۶ء میں میہاں سنگھ کے نام لاہور سے پروانہ آیا کہ صاحبزادہ بلند اقبال کھڑک سنگھ کے نام پچاس ہزار سالانہ کی جاگیر لکھی گئی ہے۔ اُن کے آدمیوں کو جاگیر کا عمل دخل دینے میں کوتاہی نہ ہو۔ دوسرے مہینے حکم آیا کہ راجہ رحیم اللہ خاں راجوری والے کو بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر کشمیر میں دی گئی ہے۔ عمل دخل راجہ مذکور کو دیا جائے۔

پھاگن سمت ۱۸۹۳ بکرمی میں مہاراجہ نے اپنے پوتے کنور نونہال سنگھ کی شادی جس دھوم دھام سے کی اس سے انگریزی اردو اور فارسی کی تاریخیں بھری

پڑی ہیں۔ اس شادی میں ہر صوبہ اور ہر رئیس اور ہر جاگیردار سے تنبول وصول کیا گیا تھا۔ چنانچہ صوبہ کشمیر سے ایک لاکھ دو ہزار اور ناظم کشمیر کی ذات خاص سے دس ہزار نو سو پینتالیس ہزار وصول کیا گیا۔

۱۸۳۵ء میں کامل فصل پیدا ہوا۔ اور شالی ایک روپیہ ہری سنگھیہ کو ایک خروار ملنے لگی۔ رنجیت سنگھ کے سابقہ صوبیداروں کے عہد میں ایک نئی قسم کا ٹیکس غریب مسلمانوں پر لگایا جاتا تھا۔ جو نکاح کے موقعہ پر وصول کیا جاتا تھا اور اور جسکا نام زر نکاح تھا۔ غریب سے غریب آدمی بھی اس جزیہ سے نہ بچ سکتا تھا۔ میہاں سنگھ نے اسے صریح ظلم تصور کر کے بالکل معاف کر دیا۔ غرضیکہ دو سال کے اندر اندر تمام رعایا آسودہ حال ہو گئی۔ یہاں تک کہ بعض جلاوطن بھی واپس آنے شروع ہو گئے۔ اس نے وہ جاگیرات جو سکھوں کے عہد میں ضبط ہو گئی تھیں۔ بڑی کوشش سے مہاراجہ کی منظوری حاصل کر کے واگذار کر دیں۔ ۱۸۳۶ء کے آغاز میں ندی نالے جم گئے۔ اسی سال نوروز کے بعد چالیس دن تک متواتر بارش رہی جس سے طغیانی آب واقع ہوئی۔ کہنہ بل بیج بہارہ۔ اور پانپور کے پل دریا برد ہو گئے۔ کرنیل میہاں سنگھ نے بعد میں ان پلوں کو از سر نو تعمیر کرا دیا۔ ان کے علاوہ حکومت افاغنہ کے انقلاب اور عہد خالصہ کی بد انتظامی سے اکثر ڈیم (سد بندیاں) اور نہریں شکستہ حال اور منہدم ہو گئیں تھیں۔ اسنے انہیں بھی نئے سرے سے درست کرا دیا اور اُن کے آئندہ مصارف شکست و ریخت کے لئے ایک معقول رقم سالانہ مقرر کر دی۔ ۱۸۹۴ب ۱۸۳۷ء مطابق ۱۲۵۳ھ میں اسنے شیر گڈھی کے بالمقابل دریائے بہت کے مشرقی کنارے پر ایک باغ تعمیر کرایا اور اسمیں نو مسجد سے سنگین مشرب لاکر نصب کرائے۔ اسکے بعد طائفہ شال باف جو صوبیداروں کے مظالم اور قحط کے باعث تباہ و خستہ حال ہو رہا تھا۔ مرجع توجہ و مورد عنایات ہوا۔ دیوان کرپارام کے زمانہ میں ان کی بائیس ہزار دوکانیں تھیں۔ اس قحط کے بعد صرف بائیس سو دوکانیں رہگئی تھیں۔ کرنیل میہاں سنگھ نے بڑی عالی حوصلگی اور ہمدردی سے ان کی امداد کی چنانچہ ۱۸۳۸ء ۱۲۵۴ھ میں پھر چار ہزار دوکانیں قائم ہو گئیں ۱۲۹۴ سمہ بکرمی (مطابق ۱۸۳۸ء) پھاگن کا مہینہ تھا۔ کہ اس نیکدل حاکم کے زمانہ کو

آخر نظر بد لگی۔ یعنی عین امن و امان کے دنوں میں راجہ زبردست خاں اور راجہ نجف خاں مظفر آباد والے برسرپیکار ہوئے اور گو بارہ مولا تو نہ پہنچ سکے لیکن مظفر آباد اور اوڑی کے ارد گرد کے دیہات کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ کرنیل میہاں سنگھ میدان میں نکلا۔ عین جنگ میں راجہ زبردست خاں کا بیٹا مارا گیا۔ دشمن کمزور ہو کر بھاگ نکلے۔ اور سکھوں کو فتح ہوئی۔ دربار لاہور میں جو شخص اس فتح کی خوشخبری لیکر پہنچا۔ مہاراجہ کی طرف سے اُس کو ایک جوڑہ کڑہ طلائی کا انعام ملا[1]

اسوج میں دربار لاہور کی طرف سے اطلاع ملی کہ میکشن صاحب سیاحت کشمیر کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اُن کی ضیافت مہمانداری اور حفاظت کا دلجمعی سے انتظام کرو۔ یہ تیسرا یورپین تھا۔ جو کرنیل میہاں سنگھ کے عہد میں وارد خطہ ہوا تھا۔

۷ ماگھ کو میہاں سنگھ نے پنڈت گنیش داس کنجو کے ہاتھ مندرجہ ذیل اشیاء دربار لاہور میں ارسال کیں۔ دو راس اسپ۔ تنکی طلائی۔ دو لاکھ کا ماہوارہ نقد اکیاون ہزار کا اسباب دربار اور پنجاہ ہزار کا لاٹ صاحب (وائیسرائے بہادر) کے لئے حسب الحکم مہاراجہ۔ ایک لاکھ کے ظروف آبخورہ طلائی۔ چار عدد آبخورہ نقرئی۔ چار کول طلائی۔ چار تھالی طلائی۔ کلغی پچاس عدد۔ مہاراجہ نے اس اسباب کی رسید دے کر لکھا اگر دو لاکھ روپیہ اور بھیجدو تو بہتر ہوگا۔ نیز یہ بھی لکھا کہ دفتر معلے کے اہلکاروں اور عام آدمیوں سے یہ مسموع خاطر ہوا ہے کہ بہت سا روپیہ خورد برد ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ مبالغ کشیر کا ہضم کرنا بہت مشکل ہے۔ آئندہ بہت بہت روپیہ بھیجا کرو۔ پھر پنڈت سے فرد حساب سابقہ وحال طلب کیا۔ اس نے کہا وہ کشمیر میں رہ گیا ہے۔ مہاراجہ بہت خفا ہوئے پنڈت نے عرض کیا۔ بہت جلد فرد حساب پیش ہو جائیگا۔

اجیت سنگھ راجہ لاڈوہ والے کی جاگیر کسی وجہ سے ضبط ہو گئی تھی۔ ناظم کشمیر کے نام پروانہ آیا۔ کہ وہ جاگیر اب واگذار کر دی جائے۔

ماہ بیساکھ میں حکم آیا کہ عنقریب سرکار دولتمدار اور لاٹ صاحب کی ملاقات

---

[1] لاہور میں یہ خبر ۹ چیت سمت ۱۸۹۶ بکرمی کو پہنچی تھی۔

ہونے والی ہے۔ اس لئے دو شالہ ہائے بیش قیمت اور رنگ برنگ اجامہ دار اور یکتائے دوپٹے اور پشمینہ کے گلوبند اور بغان ہائے گلبدن اور انواع واقسام کے رومال ارسال کرو۔ اسی مہینے کی پچیسویں تاریخ کا لکھا ہوا ایک پروانہ اس مضمون کا آیا۔ کہ وین صاحب [۵۱] اب پھر کشمیر۔ تبت اور لداخ کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو ہر قسم کی سہولیت بہم پہنچائی جائے اور ان کی تواضع اور تکریم میں کوئی فرق نہ رکھا جائے۔

عمدۃ التواریخ دفتر سوم حصہ چہارم صفحہ ۵۰ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ نے بقایائے مالگذاری کے عذر وحیلوں سے ناراض ہوکر ناظم کشمیر کرنیل میہاں سنگھ کی جاگیر بھی ضبط کر لی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "راجہ [۵۲] کلاں عرض واگذارئ جاگیر ناظم کشمیر نمود۔ سرکار والا فرمودند کہ مبالغ بسیار ذمہ ناظم کشمیر مے باشد۔ جاگیر چہ طور حوالہ کردہ شود۔ راجہ معز الیہ گذارش نمود کہ اگر ناظم مذکور در فرستادن مبالغ متوقف ومتساہل شد ذمہ بندہ درگاہ است کہ مبالغ از جاگیرات مشار الیہ تحصیل ساختہ در سرکار دولتمدار رسانیدہ خواہد شد۔ فرمودند کہ سرکار دولتمدار مے دانند کہ ناظم کشمیر لطائف الحیل بجلوہ ظہور مے آرد"

حکومت سکھاں میں سب سے پہلے کرنیل میہاں سنگھ کے زمانہ میں کشمیری طوائفیں پنجاب میں آئیں اور اس عظیم الشان تقریب پر آئیں جبکہ مہاراجہ اور وائسرائے کلکتہ کی ملاقات بمقام روپڑ قرار پائی تھی۔ بھادوں میں میہاں سنگھ نے بہ تفصیل ذیل ماہوارۂ کشمیر لاہور میں ارسال کیا۔ نقد پچاس ہزار۔ زین طلائی قیمتی

---

[۵۱] عمدۃ التواریخ میں لکھا ہے۔ کہ راجہ سوچیت سنگھ اور راجہ کلاں (راجہ دھیان سنگھ) دوبارہ سیر کشمیر میں مانع تھے۔ لیکن وین صاحب نے مہاراجہ کو ان کی عکسی تصویر اور پنجاب کا نقشہ بناکر خوش کر لیا۔ اور ایک تصویر اور نقشہ اپنے پاس رکھکر کہا کہ اپنے ملک میں ان کو بطور تحفہ لے جاؤنگا۔ مہاراجہ ان اشیائ کے ملاحظہ سے مسرور ہوئے اور سیر کشمیر کی اجازت دیدی۔ تاریخ راجگان راجور میں لکھا ہے۔ کہ مسٹر جی ٹی ویگر سیاح ممالک کشمیر لداخ اسکردو وغیرہ نے ۱۸۳۷ء میں سفر کشمیر کیا۔ معلوم ہوتا ہے وین صاحب اور ویگر ایک ہی نام ہوگا۔

[۵۲] یہ واقعہ اور کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ چونکہ یہ تاریخ نہائیت - بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ پر دیکھو

دس ہزار۔ تنخواہات اٹھارہ ہزار۔ پشمینہ پچاس ہزار۔ مسند قیمتی سولہ سو۔ شیشہ ہائے
بید مشک اور مربہ جات وغیرہ کی ایک کثیر تعداد۔

میہاں سنگھ نے ۲۸ ریوہ سمت ۱۸۹۵ بکرمی (مطابق ۱۸۳۸ء) کو رپورٹ بھیجی۔ کہ
وین صاحب معہ میم صاحبہ کشمیر میں آئے ہوئے ہیں۔ اس سال برف باری
بشدت ہوئی ہے۔ لیکن صاحب لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اُن کی بہت
خاطر تواضع کی گئی ہے۔ اب وہ براہ کشتواڑ وجموں پنجاب کو واپس آرہے ہیں
آخر جیٹھ سمت ۱۸۹۵ بکرمی کو مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب علیل ہوئے اور ۱۵
ہاڑ سمت ۱۸۹۶ ب کو جمعرات (پنجشنبہ) کے دن انتقال کر گئے۔

مہاراجہ کھڑک سنگھ

(ایک سال ۱۸۳۹ء / ۱۸۹۶ب سے ۱۸۴۰ء / ۱۸۹۷ب تک)

شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات جیسا کہ قبل ازیں لکھا جاچکا ہے
۱۵ ہاڑ کو واقعہ ہوئی۔ شہزادے تو بہت تھے لیکن صحیح النسب شہزادہ کھڑک سنگھ
ہی تھا۔ جو سب سے بڑا بھی تھا۔ یہ شہزادہ رانی راج کور کے بطن سے تھا جس
سے مہاراجہ نے ۱۷۹۷ء میں شادی کی تھی۔ کھڑک سنگھ ۱۸۰۲ء میں پیدا ہوا۔ باپ
کے انتقال پر اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

دو ماہ ماتمی رسوم میں گذرے ۱۸ بھادوں سمت ۱۸۹۶ بکرمی کو جلوس کی رسم ادا
ہوئی۔ بھائی رام سنگھ بھائی گوبند رام بھائی گورمکھ سنگھ راجہ ہیرا سنگھ راجہ کلاں
(دھیان سنگھ) راجہ سوچیت سنگھ جمعدار خوشحال سنگھ۔ اجیت سنگھ سندھانوالیہ

معتبر ہے۔ اور روزنامچہ کے طور پر ہے۔ اور اُس شخص کی لکھی ہوئی ہے۔ جو مہاراجہ کا
حضور نویس اور وکیل دربار تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ مہاراجہ نے ناظم کو کشمیر سے معزول کرنے
کے لئے خفگیوں کا سلسلہ عملی طور پر بھی جاری کر دیا ہو۔ لیکن تعجب یہ ہے۔
کہ مہاراجہ کے حضور ناظم کی سفارش وہ شخص کرتا ہے۔ جس کی شکایت میہاں سنگھ
نے کی تھی۔ یعنی راجہ کلاں۔

الٰہی بخش کمیدان - کنور شیر سنگھ اور دیگر شاہزادے غرض سب امیر وزیر سول اور فوجی اہل کار تھے۔ سب سے پہلی نذر کنور شیر سنگھ نے پیش کی۔ ان کے بعد نذروں کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ طوائفوں - فراشوں اور خدمتگاروں کو انعام و اکرام سے مالامال کیا گیا۔ اور رات کو تمام لاہور کثرت چراغاں سے بقعۂ نور بنایا گیا

جلوس کے وقت کنور نونہال سنگھ سرحد کی طرف تھے۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ نے فرمایا کہ نور بصر کے دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ لکھو کہ جس قدر جلد ی ممکن ہو اپنے دیدار سے ہماری آنکھوں کو منور کرے۔ ۲۵ بھادوں کو خبر ملی۔ کہ کنور صاحب ۲۶ بھادوں کو دوپہر کے وقت لاہور پہنچینگے۔ مہاراجہ نے راجہ سوچیت سنگھ راجہ ہیرا سنگھ اور جمعدار خوشحال سنگھ کو استقبال کے لئے بھیجا کنور صاحب معہ راجہ گلاب سنگھ اور جرنل ونتورہ صاحب اور دیگر عمائدین کے سماہد مبارک (مہاراجہ رنجیت سنگھ) پر تشریف لائے۔ اور وہاں زار زار روتے رہے۔ پانچ سو روپیہ اور دو شالہ ارداس کیا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کو بیٹے سے اس قدر محبت تھی۔ اور اس سے ملنے کی اسقدر بیتابی تھی۔ کہ راجہ دھیان سنگھ سے کہا کہ وہاں دیر ہوگی ما بدولت خود جاتے ہیں۔ راجہ نے کہا آپ تکلیف نہ فرمائیں بندہ خود جاتا ہے۔ چنانچہ راجہ صاحب نے جاکر سرکار دولتمدار کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور ان کو قلعہ میں اپنے ساتھ لائے۔ مہاراجہ نے گیارہ سو روپیہ بیٹے کا سروار نہ کیا۔ کنور نے نذر نیاز پیش کرنے کے بعد مہاراجہ کی مزاج پرسی کی۔ غرض باپ بیٹے کی ملاقات نہائیت شوق اور محبت سے ہوئی[1]

کھڑک سنگھ گو رنجیت سنگھ کا بیٹا اور صحیح النسب بیٹا تھا۔ لیکن باپ بیٹے کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ رنجیت سنگھ نہائیت جابر اور سخت گیر تھا۔ بخلاف اس کے کھڑک سنگھ نہائیت رحمدل اور فقیر دوست بادشاہ تھا کھڑک سنگھ اپنے وزیر راجہ دھیان سنگھ کی حکمت عملیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا

---

[1] مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کی ملاقات کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ ناظرین یہ دیکھ سکیں کہ باپ نے جس بیٹے کی اتنی خاطر کی اس بیٹے نے باپ کے ساتھ جو اس کا بادشاہ بھی تھا کیا سلوک کیا ہے۔

تھا۔ اس لئے اُس نے دھیان سنگھ کی بجائے اپنے ہمدم وہمراز دوست اجیت سنگھ کو وزیر بنانے کا ارادہ کیا۔ اور دھیان سنگھ کو نہ صرف معزول ہی کرنا چاہا۔ بلکہ قتل کر کے ہمیشہ کے لئے ڈوگرہ خاندان کو کمزور کرنے اور اُس کے پنجہ سے نجات حاصل کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ راجہ دھیان سنگھ پر جو نہایت دانا وزیر تھا۔ یہ معاملہ کسی طرح ظاہر ہو گیا۔ اُس نے کنور نونہال سنگھ سے جو بوجہ اپنی عیاشیوں اور خود پسندیوں کے اپنے باپ سے الگ رہتا تھا۔ ساز باز شروع کر دی۔ اور آخر تجویز یہ قرار پائی۔ کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ چونکہ فقیر مزاج ہیں۔ اس لئے بادشاہی کاروبار اُن کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ اُنکو چاہئے کہ وہ اپنی تمام عمر یادِ الٰہی میں بسر کریں۔ اور آپ کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔ کنور نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ وزیر نے کہا اگر اجیت سنگھ کو قتل کر دیا جائے تو یہ بات بالکل آسان ہے غرض راجہ دھیان سنگھ کی حمایت سے کنور نے ایک شب موقعہ پا کر اجیت سنگھ کو چند سرداروں کے ہمراہ قتل کر دیا۔

جب مہاراجہ کو اپنے بیٹے کی اس نالائق حرکت وزیر کی اس گستاخی اور اپنے ہمراز دوست کے قتل ہونے کی رنجدہ خبر ملی تو بہت افسوس کیا۔ لیکن ایک تو ہمراز وہمدم نہ رہا۔ دوسرے مقابلہ ولی عہد اور وزیر سلطنت سے تھا۔ اس لئے لہو کے گھونٹ پی کر خاموش ہو رہا۔ ایک دن راجہ دھیان سنگھ اور کنور نونہال سنگھ مہاراجہ کے سلام کو گئے۔ مہاراجہ نے ایک لمبی آہ کھینچ کر شہزادہ سے کہا[۱] تجھ کو گمان ہوگا کہ میں اپنے باپ کو رنج دیکر خوب حکومت کرونگا۔ مگر یاد رکھو میرے بعد تجھے بھی چین نصیب نہ ہوگا۔ سلطنت ایسی برباد ہوگی کہ لوگ دیکھ دیکھکر کفِ افسوس ملینگے۔ دل تو چاہتا ہے کہ بنی بنائی سلطنت انگریزوں کے سپرد کر دوں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ لوگ یہی کہینگے کہ مہاراجہ سرگباشی کے ایک ناخلف لڑکے نے تمام سلطنت تباہ کر دی۔ مگر خیر آج نہیں تو کل یہ سلطنت ضرور سکھوں کے ہاتھ سے نکل جائیگی"۔

مہاراجہ کھڑک سنگھ بیٹے کی ناشدنی حرکات سے ہمیشہ اسیرِ رنج والم رہا۔

[۱] از سوانح عمری مہاراجہ رنجیت سنگھ شیرِ پنجاب

نونہال سنگھ باپ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتا تھا۔ مگر وہ طرح دیکر خاموش ہو رہتا۔ ایک دفعہ حکم دیا کہ سرکار والا کو جو ان کی ماہوار تنخواہ ہے اُس سے زیادہ نہ ملا کرے۔ ورنہ وہ حساب میں مجرا نہ ہو گا۔[۵۱] کھڑک سنگھ کی بیماری بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ تمام قوائے پر مرض غالب آگیا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ کنور نے باپ کا علاج نہائیت بیدلی سے کیا۔ اور ہمیشہ اُس کی موت کا خواہاں رہا۔ آخر ۲۲ کاتک ۱۸۹۷ء بکرمی مطابق ۵ نومبر ۱۸۴۰ء بروز پنجشنبہ (جمعرات) بوقت صبح صادق کھڑک سنگھ ہمیشہ کیلئے اس جہان سے رخصت ہو گیا۔

عمدۃ التواریخ میں لکھا ہے۔ کہ کنور کو خبر ہوئی تو روتا پیٹتا آیا۔ کچھ دیر نیچے ٹھہر کر حویلی کی دوسری چھت پر چڑھ گیا۔ جہاں کسی نامعلوم شخص نے اس زور سے دھپڑ لگایا کہ وہ خونزدہ ہو کر آدمیوں کے سہارے سے نیچے چلا آیا ایسا ہی واقعہ اُس وقت بھی پیش آیا۔ جبکہ ببان (لاش) کو سمسان میں جلانے کیلئے لے جا رہے تھے۔ ببان جب ٹکسالی دروازہ کے نیچے آیا۔ تو ایک شخص نے کنور کی پیٹھ پر اس زور سے لکڑی ماری کہ کنور بیہوش ہو گیا۔ لوگوں نے بہت تلاش کی لیکن معلوم نہ ہو سکا۔ کہ مارنے والا کون آدمی تھا۔

جب مہاراجہ کھڑک سنگھ کی لاش پر رانی ایسر کور ستی ہونے کے لئے بیٹھی اور مہاراجہ کے سر کو اپنے زانوؤں پر رکھا تو راجہ دھیان سنگھ رانی کے پاس گئے اور کہا کہ کنور جی کو قیام سلطنت و خلافت اور ازدیاد عمر و دولت کی اشیر باد (دعا) دی جائے۔ رانی چیں بر جبیں ہو کر بولی۔ مَیں کیا اشیر باد دوں کرنی بھرنی مشہور ہے۔ جیسا کوئی کریگا ویسا پائیگا۔ جو بوئیگا وہی کاٹیگا۔[۵۲] آخر راجہ دھیان سنگھ نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ طرّہ جو سرکار سرگباشتی کے سر مبارک پر ہے۔ وہی کنور جی کے حوالے کر دیا جائے۔ کہ یہ ازدیاد مراتب سلطنت اور ترقی عمر کی نشانی ہے۔ رانی نے کہا بادشاہی اس طرّہ میں نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔ وہ چاہے تو اُن لوگوں کو بادشاہ بنا دے۔ جن کے

---

۵۱ عمدۃ التواریخ دفتر چہارم حصہ اول صفحہ ۶۶

۵۲ رانی ایسر کور کو اُس کی مرضی کے خلاف کنور نونہال سنگھ کے حکم سے بزدستی ستی ہونے پر مجبور کیا گیا تھا

سر پر طرہ نہیں ہے اور چاہے تو ان لوگوں سے چشم زدن میں سلطنت چھین لے جو طرہ و کلغی کے غرور میں اپنے انجام کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ وزیر نے باوجود اس کے اپنی استدعا برابر جاری رکھی آخر رانی نے نہایت غیظ و غضب سے مہاراجہ کھڑک سنگھ کے سر سے (جو اس کے زانوؤں پر تھا) طرہ اتار کر زمین پر دے مارا۔ اور حکم دیا کہ اب لاش کو آگ لگا دو۔

لاش ابھی مکمل طور پر جل بھی نہ چکی تھی کہ کنور واپس آ گیا۔ رستے میں سمادھ مبارک (مہاراجہ رنجیت سنگھ) کے پاس طبیعت بگڑ گئی بھائی رام سنگھ اور بھائی گوبند رام بید مشک اور گلاب اور ادویات مقوی سے ہوش میں لائے کنور نے نہ مغز کو لکڑی ماری اور نہ تنکا توڑنے کی رسم ادا کی۔ وہ بجائے دریا پر اشنان کرنے کے سمادھ پر ہی اشنان کرنا چاہتے تھے۔ مگر لوگوں کے کہنے سننے سے آخر دریا پر روانہ ہوئے۔ اشنان میں مشغول تھے کہ ڈیرہ گوردوارجن کے متصل جو ایک بہت بڑا توت کا درخت تھا۔ وہ دفعتاً اکھڑ گیا۔ اور صدائے ہولناک سے لوگوں کے دل دہل گئے۔

یہ عجیب عجیب مشاہدات جو مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات کے بعد کنور نونہال سنگھ کے متعلق ایک ہی دن میں ظاہر ہو رہے تھے۔ لوگوں کو حیرت میں ڈال رہے تھے۔ ہر شخص اپنی جگہ خائف و متحیر تھا کہ دیکھئے ان واقعات کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

غرض جب اشنان کے بعد کنور جی معہ سب لوگوں کے واپس آئے اور جب میاں اودہم سنگھ (خلف راجہ گلاب سنگھ) کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے۔ روشنائی دروازہ کے متصل پہنچے۔ تو ناگاہ دروازے کے چھت کا ایک ٹکڑا میاں اودہم سنگھ اور کنور نونہال سنگھ پر گر پڑا۔ دیگر ہمراہیوں مثلاً راجہ کلاں۔ بھائی صاحبان اور دیوان دینا ناتھ وغیرہ سر۔ کردگان کو بھی ضرب ہائے خفیف آئیں۔ چھت کا ٹکڑا اور اگر کنور جی اور میاں اودہم سنگھ پر سے ہٹایا گیا۔ دیکھا تو میاں اودہم سنگھ مر چکے تھے۔ اور کنور جی سسک رہے تھے فوراً پالکی میں بٹھا کر قلعہ کے اندر لے گئے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جب کنور کو پالکی میں بٹھایا گیا تو اسی وقت ان کا دم نکل گیا تھا بعض

کا خیال ہے کہ قلعہ کے اندر جا کر انتقال ہوا۔ عمدۃ التواریخ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنور جی اس ضرب سے ایسے بیہوش ہو گئے تھے کہ وہ مرتے دم تک بول نہیں سکے اور نہ ہوش میں آسکے۔ اور قلعہ میں داخل ہونے کے بعد وہ بھی میاں اودہم سنگھ کا ساتھ دے چکے تھے۔ راجہ دھیان سنگھ کے حکم سے تمام آدمی قلعہ کے اندر سے نکال دیئے گئے۔ اور حکم جاری کر دیا گیا۔ کہ بغیر اجازت نہ کوئی قلعہ سے باہر جائے اور نہ اندر آسکے۔ مائی چند کور کنور نونہال سنگھ کی والدہ ابھی تک بیٹے کے حالات سے بالکل بے خبر تھی۔ اس کو صرف ضرب شدید کی خبر دی گئی۔ رانی نے کنور کے پاس آنے کی اطلاع کرائی۔ لیکن اُس کے آدمی کو قلعہ کے باہر ہی روک لیا گیا۔ رانی نے پھر راجہ کلاں کو خبر دی۔ اُس نے کہلا بھیجا کہ کنور جی آرام فرماتے ہیں۔ جب اُن کی خواہش ہوگی اور وہ یاد کرینگے تو آپ کو بُلا لیا جائیگا۔ آپ خاطر جمع رکھیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ رانی کو اسی قسم کے پیغام تین دن تک جاتے رہے۔ اور اُدھر یہ انتظام کیا گیا۔ کہ کنور شیر سنگھ کو (جو اپنی جاگیر بٹالہ میں مقیم تھا) راجہ صاحب کی "صحیح خاص" سے لکھا گیا۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے آپ کو لاہور پہنچاؤ۔ تخت و تاج خالی ہیں اس کے ساتھ مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور جی کے واقعۂ انتقال سے مفصل اطلاع دی گئی تھی۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو شیر سنگھ لاہور پہنچ گیا۔ اُسی دن مائی چندر کور کو خبر کی گئی کہ کنور کا انتقال ہو گیا۔ اور اُسی دن تمام شہر میں اس واقعہ کا اعلان کیا گیا۔ مصنف عمدۃ التواریخ نے بیان اور ماتم کا جو حال لکھا ہے وہ نہایت طویل اور نہایت دردناک ہے[۱]۔ بیخ کندہ درخت سے دونوں باپ بیٹوں کی تاریخ وفات سمت ۱۸۹۷ بکرمی نکلتی ہے[۱]۔

---

[۱] مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے جو واقعات اوپر لکھے گئے ہیں۔ ان کا در اصل زیادہ تر تعلق پنجاب سے ہے۔ لیکن اُن دنوں کشمیر چونکہ پنجاب کا ہی ایک صوبہ تھا۔ اور کھڑک سنگھ کے زیر حکومت تھا۔ اس لئے یہ ذکر نامناسب نہیں سمجھنا چاہئے اس تفصیل سے اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس وقت جبکہ دربار لاہور کی طرف سے میہاں سنگھ ناظم کشمیر تھا۔ خاص دار الخلافہ میں کیا ہو رہا تھا۔

ع از نونہال عمر ثمر ہم نخورد و رفت | در بوستان حکم گذر ہم نکرد و رفت
به ماه پیکران مجلیٰ به لعل و دُر | از حسرت و دریغ نظر ہم نکرد و رفت

تاریخ وفات کے متعلق مندرجہ ذیل دو شعر بھی نظر سے گذرے ہیں ع

نہ مُلک ملک شہاں مضارع و ماضی است | نہ ارث مردم دیگر بخانہ و وقف است
اجل چو گوفت سر نونہال تاریخش | سروش گفت فنح علیہم السقف است
۱۲۲۶

۱۲۵۶ عدد - نونہال کے نون کے ۵۰ کل ۱۲۵۶ ا

مہاراجہ کھڑک سنگھ کے زمانہ میں صوبیدار کشمیر کرنل میہاں سنگھ کمیدان

رنجیت سنگھ عجیب دل و دماغ کا آدمی تھا - اُس کا خیال تھا کہ زیادہ دیر تک کسی صوبہ یا ناظم کو کسی ملک میں نہیں رہنے دینا چاہئے - تاکہ رعایا اُس سے مانوس نہ ہو جائے - اور بعد میں اُس ناظم یا صوبیدار کو خود سری اور آزادی کا خیال نہ پیدا ہو جائے چونکہ میہاں سنگھ ناظم کشمیر کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت کی عام خبریں اُسکو مل رہی تھیں - اس لئے اُس نے کئی دفعہ کسی نہ کسی بہانے سے اُس کو دربار میں طلب کرنے کا ارادہ کیا - اور اس ارادہ کی تکمیل کے لئے کبھی کبھی اپنی ناراضگی بھی ظاہر کی - لیکن موت نے اُسکو مہلت نہ دی -

مہاراجہ کھڑک سنگھ کا زمانہ حکومت صرف ایک سال تک ہے - اس عرصہ میں بھی کرنل میہاں سنگھ ہی نظامت کشمیر پر مامور رہا - کھڑک سنگھ کی طرف سے ناظم کشمیر کے نام ۴ ماگھ سمت ۱۸۹۶ بکرمی کا لکھا ہوا پروانہ اس مضمون کا آیا کہ ہزارہ میں پائندہ خاں نے پھر شورش اُٹھائی ہے - اس لئے پلٹن مظفر آباد کے رستے سے ہزارہ میں بھیجدی جائے - کہ اُس بدکیش کا تدارک عمل میں آئے - اس پروانہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں کشمیر میں بالکل امن امان تھا - کیونکہ اگر وہاں فتنہ و فساد یا کوئی ہنگامہ یا بدامنی کا احتمال ہوتا تو کشمیر سے پلٹن کی روانگی کا حکم نہ ہوتا -

رانی چند کور بہ اجلاس کونسل

۲ ماہ ۱۳ یوم ۲۷ کاتک سمت ۱۸۹۷ / ۱۰ نومبر ۱۸۴۰ء لغائت ۹ ماگھ سمت ۱۸۹۷ ب / ۱۹ جنوری ۱۸۴۱ء

۲۲ کاتک کو پنجاب اور اُس کے ماتحت صوبہ جات کشمیر۔ ملتان۔ پشاور وغیرہ کے کے بادشاہ اور ولی عہد دونوں کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ یعنی مہاراجہ کھڑک سنگھ کی لاش تو حسب آئین و مراسم ہنود جلا دی گئی۔ لیکن ولی عہد کنور نونہال سنگھ کی موت اخفا میں رکھی گئی۔ اور اس طرح کئی دن تک ملک پنجاب کسی بادشاہ کے وجود سے بالکل خالی رہا۔ البتہ راجہ دھیان سنگھ اپنی حکمت عملی و تدبیر و رائے سے کام چلاتا رہا بعض سرداروں کی یہ مرضی تھی کہ رانی کو تخت پر بٹھا دیا جائے اور بعض . . . . . کی اور خصوصاً راجہ دھیان سنگھ کی یہ صلاح تھی۔ کہ تخت کنور شیر سنگھ کے سپرد کیا جائے۔ چونکہ راجہ دھیان سنگھ کی پارٹی زور پر تھی۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں کسی اور سردار کی پیش نہ جا سکی۔ بلکہ اُن کو طوعاً و کرہاً راجہ کا مطیع و منقاد ہونا پڑا۔ آخر راجہ دھیان سنگھ نے خلوت میں رانی صاحبہ کو سمجھایا کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کے کارخانوں میں کسی کا دخل نہیں ہے۔ رنج و غم کو چھوڑ کر اب ملک کے نظم و نسق کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ میری ناقص رائے میں انتظام اس طرح ہونا چاہیئے۔ کہ تمام پروانوں اور حکمناموں پر مہر مہاراجہ کھڑک سنگھ کی ہوا کرے اور ظاہری طور پر شاہزادہ شیر سنگھ کو مسند دولت و اقبال کا صدر بنایا جائے۔ شیر سنگھ معہ جمیع سرداران و سرکردگان آپ کی خدمت میں ہر روز سلام کو حاضر ہوا کریگا۔ اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری سے سر مُو تجاوز نہ کریگا۔ یہی ایک صورت ہے۔ جس سے تمام ملک پنجاب اور ممالک محروسہ و مقبوضہ میں امن قائم رہ سکتا ہے رانی بھی آخر تجربہ کار تھی۔ سمجھ گئی کہ یہ صرف میری تسلّی و دلدہی کا سامان ہے۔ دراصل شیر سنگھ ہی کو والئ ملک قرار دیا جانا مقصود ہے۔ راجہ دھیان سنگھ کی تقریر سُنکر وہ بہت روئی اور کہا۔ کہ "دل جلیوں کو جلانا اچھا نہیں۔ ایک ہی دن میں مجھکو دو زخم پہنچے ہیں۔ اُن کے اِندمال کی کیا یہی تدبیر ہے۔ جو تم نے مجھے بتائی ہے۔ مجھے ایسے مشوروں سے معاف رکھو" راجہ دھیان سنگھ نے واپس آکر اپنے بھائی

راجہ گلاب سنگھ کے پاس جو جموں میں تھا۔ ایک تیز رفتار سوار بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ لاہور پہنچو۔ راجہ گلاب سنگھ اصل حالات سے مطلع ہو کر فوراً لاہور آ گئے۔ جہاں دونوں بھائیوں کے صلاح و مشورہ سے یہ قرار پایا کہ شیر سنگھ کو فی الحال اس کی جاگیر بٹالہ میں روانہ کر دیا جائے۔ اور کہہ دیا جائے کہ وہاں جا کر وہ رحمت حق کا امیدوار اور ہمارے پیغام کا منتظر رہے۔ چنانچہ شہزادہ شیر سنگھ فوراً بٹالہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہزادہ شیر سنگھ کے روانہ ہونے کے بعد رانی صاحبہ کے صلاح و مشورہ اور اُن کی سرپرستی سے مندرجہ ذیل سرداروں کی ایک کونسل قرار دی گئی۔

سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ[۵۱]۔ جمعدار خوشحال سنگھ[۵۲]۔ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ[۵۳]

[۵۱] سندھانوالئے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ بدھ سنگھ کے دو بیٹے تھے ایک چندا سنگھ ایک نودھ سنگھ۔ نودھ سنگھ سے مہاراجہ اور چندا سنگھ سے سردار عطر سنگھ کا خاندان نکلا۔ ۱۸۲۷ء میں سردار عطر سنگھ کو بھائی (سردار بدھ سنگھ) کے مرنے پر دربار میں جگہ ملی۔ اور رفتہ رفتہ یہ ایسا زور آور اور دلاور سردار ثابت ہوا کہ سردار ہری سنگھ نلوہ کے بعد خالصہ فوج میں سب سے جوانمرد اسی کو سمجھا جاتا تھا۔ مہاراجہ کی سرکار سے اس کو بہت بڑا خطاب ملا تھا۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں "سرگروہ نامدار عالی تبار شجاع الدولہ سردار عطر سنگھ شمشیر جنگ بہادر" مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات تک اس خاندان کی جاگیر تو دس لاکھ سالانہ کی تھی۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانہ میں راجہ دھیان سنگھ کی عداوت کی وجہ سے اس خاندان کو بہت زوال آیا۔ لہنا سنگھ اور اجیت سنگھ جنہوں نے مہاراجہ شیر سنگھ۔ شہزادہ پرتاب سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ کو قتل کیا تھا۔ اسی سردار کے بھائی تھے۔ عطر سنگھ نے ۱۸۴۴ء میں وفات پائی اس کا بیٹا کبیر سنگھ کچھ اچھی قابلیت کا نہ تھا۔ اپنی عیاشیوں کی بدولت وہ جوانی ہی میں (۱۸۶۴ء میں) مر گیا۔

[۵۲] جمعدار خوشحال سنگھ کے حالات قبل ازیں گذشتہ صفحوں پر لکھے جا چکے ہیں۔

[۵۳] سردار لہنا سنگھ سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ (ضلع امرتسر) کا بیٹا تھا۔ ۱۸۱۸ء کی مہم ملتان میں اس نے قابل تعریف خدمت کی۔ اس کے بعد اس کو علاقہ کوہستان چمبہ۔ منڈی سکیت۔ کانگڑہ۔ نورپور۔ جسروٹہ۔ بسوہلی وغیرہ وغیرہ کا ناظم مقرر کیا گیا۔ جب راجہ ہیرا سنگھ کی وزارت کا زور ہوا۔ چنانچہ وہ تمام کاروبار جاگیر اور جائیداد اپنے سوتیلے بھائی رنجودھ سنگھ کے سپرد کر کے ہردوار بنارس الہ آباد اور جگن ناتھ سے ہوتا ہوا کلکتہ چلا گیا۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ پر دیکھو

راجہ دھیان سنگھ[۵۱]

کونسل میں کسی معاملہ پر راجہ اور جمعدار میں اختلاف ہوا۔ جمعدار کے ساتھ سردار عطر سنگھ اور سردار لہنا سنگھ بھی مل گئے۔ راجہ دھیان سنگھ جو چاہتے تھے وہ نہ ہوسکا۔ آخر بات اندر ہی اندر بڑھتی گئی۔ راجہ دھیان سنگھ نہایت صایب الرائے اور صاحب فہم و فراست شخص تھا۔ اُس کو اس اختلاف میں وہ کیفیت نظر آرہی تھی جس کا انجام خاندانوں اور حکومتوں اور قوموں کی تباہی و بربادی ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی راجہ گلاب سنگھ کو لاہور چھوڑ کر اور شہزادہ شیر سنگھ کی حمایت و اعانت کا سبق دیکر اور رانی صاحبہ سے بصد اصرار رخصت لیکر جموں چلا گیا۔ اور رستے ہی سے شہزادہ شیر سنگھ کو اس مضمون کا مراسلہ لکھا۔ کہ میں حکمت عملی دعلمی سے مائی صاحبہ سے رخصت لیکر جموں جارہا ہوں۔ لیکن راجہ گلاب سنگھ لاہور میں موجود ہے۔۔ اور خاطر جمع رکھو کہ کرنیلوں اور جرنیلوں۔ جنسی توپ خانوں اور پلاٹن کے کمیدانو کو انعام اکرام اور عطائے جاگیرات کے دعدوں سے تمہارا طرفدار بنالیا ہے۔

راجہ دھیان سنگھ کی روانگی کے بعد ارکین سلطنت میں خلل عظیم پیدا ہوا افواج پیادہ و سوار بالکل خودسر ہوگئیں۔ افسران فوج نے شہزادہ شیر سنگھ کو تسخیر لاہور کا پیغام بھیجا۔ شہزادہ اسی بات کا منتظر تھا۔ پر لگاکر اُڑا اور ۱۳ ماگھ کو (جمعرات کے دن) بدھو کے آوا پر آپہنچا۔ جہاں تمام فوجوں نے اُس کا استقبال کیا۔ دوسرے دن ۱۴ ماگھ کو لاہور فتح کرلیا۔ راجہ دھیان سنگھ کے نام فوراً ایک مراسلہ لکھا کہ آپ فوراً لاہور تشریف لائیں۔ چنانچہ راجہ صاحب

جب ۱۸۴۵ء میں سکھوں اور انگریزوں سے ستلج پر لڑائی ہوئی تو وہ کلکتہ میں تھا۔ سردار لہنا سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے حسام الدولہ کا خطاب عطا کیا تھا لہنا سنگھ ۱۸۵۱ء میں کلکتہ سے پنجاب آیا۔ لیکن دوسال کے بعد بنارس چلا گیا۔ اور ۲۵ جولائی ۱۸۵۴ء کو وہیں انتقال کرگیا۔ اس کے بھائی رنجودہ سنگھ کا بھی ۱۸۷۲ء میں انتقال ہوگیا۔

[۵۱] راجہ دھیان سنگھ کے حالات مکمل تاریخ کشمیر کے حصہ چہارم میں درج ہونگے۔ جو تمام وکمال اسی بااقبال خاندان کے حالات سے مملو ہے۔

دوشنبہ کے دن ۷ رمانگھ کو لاہور آ گئے۔ اور طرفین سے توپوں کا چلنا موقوف ہوا۔ ۹ رمانگھ کو ٹھیک دوپہر کے وقت شاہزادہ قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ راجہ دھیان سنگھ نے رانی صاحبہ کو امن و امان اور عفت و عصمت کی نگہداشت کا پیغام بھیجا۔ اور شہزادہ سیدھا رانی کی خدمت میں گیا۔ اُس کے پاؤں پر اپنا سر رکھدیا۔ اور تسلی و تشفی دے کر اُس کو راضی کر لیا۔

صوبیدار کشمیر بعہد رانی چندکور کرنیل میہاں سنگھ

جب دارالخلافہ کا یہ حال تھا جس کا ایک دھندلا سا خاکہ سطور بالا میں ظاہر کیا گیا ہے۔ تو دور دراز صوبوں خصوصاً کشمیر جیسے کوہستانی و برفانی علاقہ کی خبر کون رکھتا۔ اس زمانۂ بے استقلالی و بے اطمینانی میں بھی کشمیر کی نظامت بدستور کرنیل میہاں سنگھ کے سپرد رہی بلکہ اس خیال سے کہ اُس سے بازپُرس کرنے اور اُس کا جائزہ لینے والے خود مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ وہ بالکل خود مختار ہو گیا۔ لیکن اُس کی خودمختاری دل آزاری کا پیش خیمہ نہ تھی بلکہ رعایائے کشمیر اُس کے حسن سلوک سے بہت خوش تھی۔ البتہ جو سکھ فوجیں تھیں۔ وہ کبھی کبھی آپے سے باہر ہو جاتی تھیں اور اپنی دست درازیوں سے سکھا شاہی بلکہ برچھاگردی کا ثبوت دیتی تھیں۔ میہاں سنگھ ہر ایسے مفسد اور شریر کو (خواہ وہ سکھ سپاہی ہی کیوں نہ ہوتا اور عموماً وہی ہوتے تھے) سخت سزا دیتا اور کسی کی رو رعائت نہ کرتا۔ اس طریق سے رعایا تو خوش تھی۔ لیکن فوج خالصہ ناراض تھی۔ اور فوجی افسر کرنیل میہاں سنگھ کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور کسی مناسب وقت پر بدلہ لینے کے منتظر تھے۔

مہاراجہ شیر سنگھ

ایام حکومت ۲ سال سات ماہ بیس دن۔ ۱۰ اگھن سمت ۱۸۹۷ بکرمی لغائت یکم اسوج
۱۹۰۰ بکرمی مطابق ۲۰ جنوری ۱۸۴۱ء لغائت یکم فروری ۱۸۴۳ء موافق ۱۲۵۶ھ
لغائت ۱۹ شعبان ۱۲۵۹ ہجری

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سب سے پہلی رانی مہتاب کور تھی۔ جو سردار گوربخش سنگھ کی بیٹی تھی۔ اور جس سے مہاراجہ نے فتح لاہور سے پہلے (۱۷۹۶ء میں) شادی کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس رانی سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام شیر سنگھ اور دوسرے کا تارا سنگھ تھا۔ لیکن اصلیت یہ ہے۔ کہ یہ رانی لاولد تھی۔ اور وہ دونوں لڑکے اپنا اقتدار اور رسوخ بڑھانے کے لئے کسی نہ کسی ذریعہ سے کہیں سے پیدا ہوتے ہی حاصل کئے گئے تھے۔

یہ دُرست ہے کہ شیر سنگھ مہاراجہ کا صحیح النسب بیٹا نہیں تھا۔ لیکن جب اس کے کارناموں اور معرکوں کو دیکھا جاتا ہے۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ اگر سندھانوالئے جو اس کے اقارب فی العقارب تھے۔ دغابازی سے اس کی جان نہ لیتے۔ تو اس کی حکومت دیرپا ہوتی۔ اور رنجیت سنگھ کے بعد جو بدامنی اور بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بالکل مٹ گئی ہوتی۔ شیر سنگھ میں حکومت کا کافی مادہ موجود تھا۔ اُس پر گو غیر صحیح النسب ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ لیکن آخر وہ رنجیت سنگھ کی آنکھیں دیکھے ہوئے اور وزیروں امیروں کی دھڑہ بندیوں سے واقف تھا۔ اور کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کی نسبت جو صحیح النسب تھے۔ ہزار درجہ فرمانروائی کے قابل تھا۔

رانی چند کور کنور کی ماں گو بظاہر کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ لیکن وہ دل سے ڈوگرہ خاندان (راجہ دھیان سنگھ وغیرہ) اور مہاراجہ شیر سنگھ کی جانی دشمن تھی۔ اور ایسی تدبیریں سوچتی رہتی تھی۔ جس سے وزیر اور بادشاہ دونوں کا صفایا ہو جائے۔ لیکن ابھی وہ اپنے ارادوں کو عملی صورت میں لانے کے لئے تیار بھی نہیں تھی کہ راجہ دھیان سنگھ اور مہاراجہ کے ایماؤ اشارہ سے رانی کو اُس کی کنیزوں کے ذریعہ زہر دلوا کر

مارڈالا گیا۔

ادھر سے تو اُسے اطمینان ہو گیا۔ لیکن پے در پے حادثات سے سرداران فوج میں بھی خودسری پیدا ہو گئی تھی۔ اور چاروں طرف بے چینی اور بدامنی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ جنہوں نے نہائیت ہی خوفناک صورت اختیار کرلی چونکہ معاملات پنجاب کو تاریخ کشمیر سے کوئی اندرونی لگاؤ نہیں۔ اس لئے ان واقعات کا اس کتاب میں بالتفصیل درج کرنا بے محل اور ناموروں ہوگا۔ صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔ کہ سرداران ملک کے ذاتی بغض و عناد نے ترقی کرتے کرتے سنہ ۱۸۴۲ء شمشیر کینہ برہنہ کرلی۔ مہاراجہ شیر سنگھ اور اُسکا بیٹا کنور پرتاب سنگھ بمقام شاہ بلاول متصل لاہور اور جمعدار خوشحال سنگھ کے باغ میں فوج کا معائنہ کرتے ہوئے اجیت سنگھ سندھانوالئے کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اسی اثنا میں مفسدوں نے راجہ دھیان سنگھ کو بھی قتل کر دیا۔ بادشاہ اور وزیر کے قتل ہونے پر لاہور میں طوفان بپا ہو گیا سنگھ بہادر گلی گلی کوچے کوچے واہگورو جی کی فتح کے نعرے مارتے ہوئے بیکس رعایا پر دست تطاول دراز کرنے لگے۔ تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ نہ صرف لاہور بلکہ تمام علاقہ میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ آخرکار راجہ دھیان سنگھ کا بیٹا ہیرا سنگھ میدان میں آیا۔ اور اُس نے افسران فوج کو سمجھا بجھا کر دلیپ سنگھ کی تاجپوشی پر آمادہ کرلیا۔ تاہم مفسد فتنہ و فساد پر بدستور جمے رہے۔ اور قلعہ میں محصور ہو گئے۔ شاہی پسند افواج نے محاصرہ کرلیا۔ اور اس زور شور سے حملہ کیا کہ فصیل قلعہ کا ایک بڑا حصہ گر گیا۔ اور تمام فوج طبل فیروزی بجاتی ہوئی داخل قلعہ ہو گئی۔ اجیت سنگھ لہنا سنگھ اور گھسیٹا سنگھ جو بانیان فساد تھے۔ گرفتار کرکے بڑی بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ اور ان کی لاشوں کی تمام شہر میں نہائیت ذلت کیساتھ تشہیر کی گئی۔

صوبیدار کشمیر بعہد مہاراجہ شیر سنگھ
کرنل میہاں سنگھ

زمانہ ماسبق میں ریل اور تار جیسی نعمت کہاں موجود تھی - یہ نعمتیں اور برکتیں تو موجودہ حکومت ہی کے طفیل ہم ہندوستانیوں کے نصیبوں میں لکھی تھیں - یورپ میں آجکل اٹلی اور ٹرکی میں جنگ ہو رہی ہے - جسکی روزانہ خبریں ہزارہا میل کے فاصلہ پر ہندوستان کے کونہ کونہ میں پہنچ رہی ہیں -

لاہور میں مہاراجہ کھڑک سنگھ کا انتقال ہوتا ہے - کنور نونہال سنگھ مرتا ہے - رانی چندکور ۲½ ماہ تک حکومت کرتی ہے - ملک میں فتنہ وفساد کا شور مچتا ہے - اور کشمیر میں خبر کب جاکے ہوتی ہے - جب مہاراجہ شیر سنگھ کی حکومت کو کئی دن گذر جاتے ہیں - اسی طرح برچھا گردی کے زمانہ کی خبریں یعنی واقعات قتل مہاراجہ شیر سنگھ اور شہزادہ پرتاب سنگھ اور لاہور کی لوٹ مار کی اطلاع دو ماہ کے بعد ناظم کشمیر تک پہنچتی ہے -

مہاراجہ شیر سنگھ کو خلافت و سلطنت سنبھالے ابھی چند مہینے ہی گذرے تھے کہ لاہور کی خرابیوں اور رانی چندکور کے واقعۂ قتل کی خبریں کشمیر میں بھی پہنچیں - افواج خالصہ جو وہاں مامور تھی - اور ناظم کشمیر کی طرف سے دل میں کدورت رکھتی تھی - شورش و سرکشی پر آمادہ ہو گئی - رعایا بے جرم و بے قصور قتل ہونے لگی - سکھوں کی بد دماغی نے وہ بدعت پیدا کی کہ ملک میں ایک طوفان مچ گیا - ناظم بچارے نے ان کی اصلاح بڑی کوشش سے کی - مگر فوج چونکہ ایک ہی فرقہ اور ایک ہی قوم اور ایک ہی ملک کی تھی - یعنی سب پنجابی اور سکھ تھے - اور سب کا اتفاق تھا - اس لئے ناظم کو کامیابی نہ ہو سکی - تمام پلٹنوں اور تمام سپاہیوں نے فساد و فتنہ پر کمر باندھ لی اور اپنے سرکردہ تلوک سنگھ جمعدار کی معرفت ناظم کو یہ پیغام بھیجا کہ جس طرح لاہور[٥١]

٥١ مہاراجہ شیر سنگھ نے اُن فوجوں اور پلٹنوں کو بیش قرار انعام دیئے تھے - اور انکی تنخواہوں میں اضافہ کیا تھا جنہوں نے فتح لاہور میں اُسکو امداد تھی اور جو رانی چندکور کا ساتھ چھوڑ کر اُسکے ساتھ مل گئی تھیں -

میں فوجوں اور پلٹنوں کی تنخواہوں میں ترقی ہوئی ہے۔ اور ان کو انعامات ملے ہیں۔ وہی رعائتیں اور ترقیاں ہم کو بھی دیجائیں۔ ورنہ اپنے جسم وجان کی سلامتی سے نا اُمید ہو جاؤ۔

ناظم یہ پیغام سُنکر بہت گھبرایا۔ لیکن بظاہر مستعدی اور بہادری کو ہاتھ سے نہ دے کر رعب وسطوت سے جواب دیا کہ دو چار دن تک جواب دیا جائیگا۔ ناظم نے اپنے بیٹے سنت سنگھ اور میر منشی کشن چند سے صلاح کی کہ جس طرح ہو سکے اس فتنہ کو فرو کرنا چاہیئے۔ ایک تو افواج کی شورش وہنگامہ آرائی سے ملک تباہ ہو جائیگا۔ اور دوسرے جو بدنامی ہوگی وہ الگ۔ ناظم ادھر تدابیر سوچ رہا تھا۔ اُدھر تلوک سنگھ جمعدار (جس کا ناظم کے جواب سے اطمینان نہ ہوا تھا) سپاہیوں اور پلٹنوں کو جمع کرکے گرنتھ صاحب کی قسم اقسام لے رہا تھا۔ کہ کرنل میہاں سنگھ کے مکان پر پہر رات گذرنے کے بعد فوراً حملہ کر دیا جائے۔ اور کوئی شخص اس راز کو باہر نہ نکالے۔

وقت مقررہ پر سب لوگ تلواریں سونتتے اور نمکحرامی پر کمر باندھے ولی نعمت کے احسانات پر خاک جھونکتے ناظم کے مکان میں درآتے چلے آئے۔ پلٹن کے سپاہی جو عاقبت اندیشی کے لباس سے معرا اور دانائی ودانش کے زیور سے خالی تھے۔ رستے میں بھی جسکو مانع فساد پاتے تلوار کے گھاٹ اُتار دیتے۔ شہر کے لوگ کانپ رہے تھے کہ الٰہی یہ فوج بے لگام اور یہ مردم بد انجام کدھر جا رہے ہیں۔ اور آج کس کی موت آئی ہے۔ اور کیا ہونے والا ہے۔ کہ تلواریں نیام سے باہر نکلی ہوئی ہیں۔ چودس کی رات تھی۔ ۱۷ اپریل ۱۸۴۱ء مطابق ۱۰ بیساکھ سمت ۱۸۹۸ بکرمی کی تاریخ تھی۔ کہ ان ظالموں اور ناخدا ترسوں نے اس نیکدل ناظم کا جسم شمشیر خونریز سے ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور سنگدلی اور بیرحمی کی وہ کیفیت دکھائی کہ جس کے خیال سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حسن شاہ نے اپنی تاریخ کشمیر[1] میں میہاں سنگھ کی تاریخ وفات بھی لکھی ہے۔ جو ذیل میں درج کی جاتی ہے ؎

جرنل میہاں سنگھ از شش شب ... شد کشتہ امشب بے سبب

[1] یہ تاریخ فارسی زبان میں ہے۔ اور قلمی ہے اور کشمیر میں اکثر لوگوں کے پاس ہے۔

اُفتاد از جور و تعب مخلوق از چاہِ قلق!
از بہر تاریخش کہ بیں بے پا و سر شد در زمیں
عدل و رجا۔ صلح و صفا عقل و وفا نظم و نسق

۱۲۵۷ھ

ناظم کے قتل ہونے کے بعد سنت سنگھ اور اُس کے دیگر افزبا قلعہ ماران[۱] (ہری پربت) میں داخل ہوئے اور وہاں سے سنت سنگھ کے حکم سے کالے خاں گولہ انداز نے قلعہ کے اندر سے آتشین گولے برسانے شروع کر دیئے۔ جس سے اہل شہر کے اور بھی اوسان جاتے رہے۔ چوبیس دن کے بعد ترلوک سنگھ جمعدار اپنے ہی کسی ملازم کے ہاتھ سے قتل ہو لیا۔ لیکن باقی سرکش بدستور بغاوت پر آمادہ رہے۔ پنڈت گنیش در کے مشورہ سے سنت سنگھ قلعہ ماران سے نکلکر شیر گڈھی میں آگیا۔ باغیوں نے اذیت تو بہت پہنچائی۔ لیکن ناظم کے بیٹے نے ہمت نہ ہاری۔ آخر جب گنیش در اسی دوران میں بہ اجل طبعی مرگیا۔ تو اُس کے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ اسی اثناء میں اس واقعۂ ناگریز کی خبر صبا رفتار قاصدوں کے ہاتھ لاہور پہنچ چکی تھی۔ قاصد کے پاس جو مفصل خط تھا۔ اُس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا۔ کہ کشمیر میں ایسا آدمی آنا چاہئے۔ جو اس ظلم و سفاکی و خونریزی کا کافی طور پر قلع قمع کر سکے۔ جس سے سرکشوں اور متمردوں کو تنبیہ و تادیب ہو اور اوصاف پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہو۔ جس سے رعایا کی دلجوئی اور خلق اللہ کی بہبود کی توقع ہو سکے۔

مہاراجہ شیر سنگھ نے یہ خبر سُنکر بہت افسوس ظاہر کیا۔ پھر اراکین سلطنت اور خصوصاً راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم کے مشورہ سے شیخ غلام محی الدین کو

---

[۱] جنرل میہاں سنگھ کے نواسے سردار لال سنگھ صاحب نمبردار قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں۔ کہ "جرنیل صاحب کے لڑکے سنت سنگھ کو اُن کے جاں نثار ملازم سرما چوہرمڈہ نے جو مشہور گول انداز تھا۔ ایک پہاڑی میں (قلعہ ہری پربت سے مراد ہے۔ جو ایک پہاڑی پر واقعہ ہے) جا چھپایا۔

خلعت سے سرافراز فرما کر روانۂ کشمیر کیا۔ اور اُسکو مزید تقویت دینے اور رعایائے کشمیر کی دلجوئی و دلدہی کے لئے اُس کے ساتھ شہزادہ پرتاب سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ کو بھی روانہ کیا۔ ارشاد جو شیخ غلام محی الدین کے نام لکھا گیا تھا۔ وہ اس مضمون کا تھا۔ " بندوبست معاملۂ آنجا از قرار تحقیق و راستی بائد ساخت و تحصیل مبالغ از زمینداران بسہولیت بائد ساخت۔ و سرزنش و گوشمالی سرکشاں و متمردان ساعی موفور بجلوہ نمایاں بائد آورد۔ و اطمینان خاطر و تسلیۂ قلوب رعایا برایا کہ ودائع بدائع صمدیت اند بائد نمود۔ و رضاجوئی و حق رسانی و رضامندی و دلجمعی خواطر احاد الناس مطمح نظر بائد داشت و آں ملک بہشت نشان را از راہ دانش و خردمندی آباد و معمور بائد کنانید"

کرنل میہاں سنگھ اہل کشمیر کے زخمی دلوں کے لئے مرہم اور ان کی پولیٹکل بیماریوں کے لئے ایک مجرب دوا تھا۔ بعض مقدمات کا موقعہ پر خود جاکر فیصلہ کرتا۔ صوبۂ کشمیر کو اُس نے بیس پرگنوں پر منقسم کیا ہوا تھا۔ اور ہر ایک پرگنہ میں ایک ایک تھانیدار تھا۔ جو عدالت کا کام کرتا تھا۔ لیکن ان سب کی نگرانی وہ بذات خود کرتا تھا۔ تھانیداروں کو خاص طور پر ہدایت تھی۔ کہ لمبی لمبی پیشیاں ڈالکر اہل مقدمہ کو تنگ نہ کیا کریں۔ جب اُس نے شاہزادہ شیر سنگھ کی نظامت کا چارج لیا۔ تو ملک ایسا ویران ہو رہا تھا۔ کہ وارد خطہ ہوتے ہی اور ملک کی حالت دیکھتے ہی وہ ششدر رہ گیا تھا۔ اور اب جبکہ شیر سنگھ کے عہد حکومت ہی میں اُس کا قتل ہوا ہے۔ تو ملک مالا مال تھا۔ اور ہر کہ ومہ اسکی انتظامی خوبیوں اور اس کے عدل و انصاف کا معترف تھا۔

کرنل میہاں سنگھ کے قتل کے بعد جب تک شیخ غلام محی الدین نے باضابطہ طور پر حکومت کشمیر کی باگ اپنے ہاتھ میں نہ لیلی۔ ملک میں فتنہ و فساد برابر جاری رہا۔ اس کی تھوڑی سی کیفیت یہ ہے کہ راجہ گلاب سنگھ معہ کنور پرتاب سنگھ و شیخ غلام محی الدین لاہور سے روانہ ہو کر یکم ماہ ہاڑ کو حدود کشمیر کے مقام کرالہ پورہ میں داخل ہو چکے تھے۔ اور وہاں خیمہ زن ہو کر شب باشی کے فکر میں تھے۔ کہ بارش شروع ہوگئی۔ اور اس تسلسل و شدت کے ساتھ۔ کہ سات دن تک موسلادھار مینہ

برستا رہا۔ جس سے ندی نالوں میں پانی چڑھ گیا۔ اور سیلاب سے کئی سد ٹوٹ گئے۔ خاص شہر کے محلۂ خان یار۔ رعنا واڑی اور گاڈ ڈورہ وغیرہ میں پانی نے ایک طلاطم پیدا کردیا۔ شہر میں دریا کے جو پل تھے دو تین پلوں کے سوا سب مخدوش ہوگئے تھے مکانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ اور کئی کئی دن تک پانی موجود رہا۔ شاہی فوج باغی فوج سے برابر لڑ رہی تھی آخر باغیوں نے راہ فرار اختیار کی اور پونچھ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں راجہ گلاب سنگھ کی فوج پہلے ہی مقیم تھی۔ اُس نے اس فرقۂ اشرار کو ایک درہ میں گھیر لیا۔ مال ومتاع اسلحہ وسامان سب چھین لیا گیا۔ ہاں اتنا رحم کیا گیا۔ کہ سوائے اُن بدکرداروں کے جو کرنل میہاں سنگھ کے قتل یا مشورہ قتل میں شریک تھے۔ باقی سب کو چھوڑ دیا۔ سرکشوں کی سرکوبی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد راجہ گلاب سنگھ وغیرہ شہر میں داخل ہوئے۔ توشہ خانہ کا معائنہ کیا۔ تئیس لاکھ روپیہ کا نقد وجنس برآمد ہوا۔ جو بھائی گورمکھ سنگھ کی تحویل میں دیکر لاہور روانہ کیا گیا۔ اور ملک میں امن وامان کا اعلان کرکے رعایا کو بے چینی سے نجات دلائی گئی۔ چونکہ شاہزادہ پرتاب سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ کو لاہور میں جلد واپس جانا تھا۔ اسلئے یہ جماعت کرنل میہاں سنگھ مقتول کے بیٹے سنت[۵۱] سنگھ کو ہمراہ لیکر اور شیخ غلام محی الدین کو نظامت کشمیر سپرد کرکے روانۂ پنجاب ہوگئی۔

---

[۵۱] سردار سنت سنگھ کو پنجاب میں کرنیلی کا عہدہ ملا۔ یہ شخص نہایت خوبصورت اور قد آور جوان تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ پسر راجہ دھیان سنگھ نے اس پر بغاوت کا الزام لگا کر اسکو لاہور کے قلعہ مثمن برج میں قید کرادیا۔ جب راجہ ہیرا سنگھ کا قتل ہوگیا تو سردار سنت سنگھ کو زندان سے رہائی ملی۔ اور آخر وہ پھر اسی عہدہ پر پہنچ گیا۔ جرنیل سنت سنگھ کی راجہ جواہر سنگھ برادر رانی جنداں سے کمال دوستی تھی۔ جرنیل سنت سنگھ ۱۸۴۶ء میں ایک لڑکی بی بی پریم کور چھوڑ کر انتقال کرگیا۔ جس کے تین بیٹوں میں دو زندہ ہیں۔ اور جن میں سے ایک سردار لال سنگھ قلعہ میہاں سنگھ کا نمبردار ہے۔ بی بی پریم کور بھی ۱۹۰۸ء میں انتقال کرگئی ہیں۔

شیخ غلام محی الدین

ایام حکومت ۲ سال سات ماہ ۱۸۴۱ء لغایت ۱۸۴۳ء مطابق ۱۲۵۷ ہجری لغایت ۱۲۵۹ ہجری موافق ۱۸۹۸ بکرمی لغایت ۱۹۰۰ بکرمی

شیخ غلام محی الدین کا باپ شیخ اوجلا ایک بالکل معمولی شخص تھا۔ جو سردار بھوپ سنگھ رئیس ہوشیار پور کی سرکار میں منشی گری کا کام کرتا تھا۔ ابھی اس کی چھوٹی عمر ہی تھی دیوان موتی رام خلف جنرل دیوان محکم چند نے اپنے بیٹے شیو دیال کے پاس اس کو نوکر کرا دیا۔ وہاں اُس نے خوب فروغ پایا۔ اور تمام کاروبار کو اپنے اہتمام میں لے لیا۔

۱۸۲۳ء میں محمد عظیم خاں کابل سے سکھوں پر حملہ کرنے کے لئے پشاور میں آیا رنجیت سنگھ نے چاہا کہ یہ بلا کسی طرح بلا جنگ ہی ٹل جائے۔ آخر دیوان کرپا رام نے غلام محی الدین کو مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ یہ شخص اپنی عقلمندی و دانائی سے اس بلا کو ٹالدیگا۔ غرض وہ گیا اور کامیاب ہوکر آیا۔

اس کے بعد شیخ غلام محی الدین ۱۸۲۷ء میں دیوان کرپا رام ناظم کشمیر اور اُس کے بعد شہزادہ شیر سنگھ ناظم کشمیر کے وقتوں میں نائب ناظم کی خدمات بجا لاتا رہا۔ پھر بھائی رام سنگھ کی سفارش سے کنور نونہال سنگھ کی خدمت میں آیا۔ شاہزادہ نے اُس پر بڑی مہربانی کی پشاور میں اسکو ہمراہ لے گیا۔ اور وہاں وزیر مال کا عہدہ اس کے سپرد دیا۔ ۱۸۳۹ء میں وہ دوآبہ جالندھر کا ناظم ہوا۔ دوسرے سال جنرل ونتورہ کے ہمراہ کوہستان منڈی میں گیا۔ آخر ۱۸۴۱ء میں جنرل میہاں سنگھ ناظم کشمیر کے قتل ہو جانے کے باعث وہ ناظم کشمیر مقرر کیا گیا۔

شیخ غلام محی الدین نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر منشی تلوک چند کو رتبہ صاحب کاری عنائیت کیا۔ اور رعایا کی دلجوئی میں جو باغی فوجوں کی سرکشی اور لوٹ مار سے بہت خائف ہو رہی تھی۔ حد سے زیادہ مصروف ہوا شیخ کے زمانہ میں حضرت شیخ احمد تارہ بلی[1]

[1] حضرت شیخ احمد تارہ بلی کے حالات حکومت سنگھاں کے اختتام کے بعد علماؤ فضلا کی ذیل میں جو اس حصۂ تاریخ کا ایک ضمیمہ ہے۔ درج ہیں۔

بڑے صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ ان کے مریدان با اخلاص سے تھا۔ اور اکثر ان کی خدمت میں بہ نفس نفیس حاضر ہوتا۔ اور اُن کے احکامات کی تعمیل ادنے آدمیوں کی طرح کیا کرتا تھا۔ حضرت شیخ کی سفارش سے اکثر غربا اور مساکین اور سادات و مشائخ کو ایک لاکھ خروار اراضی کی معافیات دی گئی تھیں۔

حکومت سنگھاں میں رنجیت سنگھ کے بعد اگر کسی نے چار دن دلجمعی سے حکومت کی ہے۔ تو وہ مہاراجہ شیر سنگھ کا وجود ہے۔ شیر سنگھ کو جب کرنل میہاں سنگھ کے قتل اور افواج خالصہ کی بے لگامی کی رپورٹ پہنچی۔ تو اُس نے اپنے مشیروں کے صلاح و مشورہ سے یہ مناسب سمجھا کہ کشمیر میں چونکہ ابتدائے حکومت سکھاں سے آجتک کوئی مسلمان ناظم کشمیر میں نہیں بھیجا گیا۔ اور سکھ افواج کی شورش سے رعایا اور خصوصاً مسلمانوں کو (جن کی آبادی کشمیر کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے) نہایت مصیبتیں پیش آتی رہی ہیں۔ اس لئے اب وہاں مسلمان ناظم کا تقرر نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ اسی خیال کو مدنظر رکھکر شیخ غلام محی الدین کو نظامت کشمیر پر مقرر کیا گیا۔

کرنل میہاں سنگھ کشمیر کے بہترین حاکموں میں تھا۔ لیکن سکھ افواج کا غلبہ اُس کے عہد میں بھی اسقدر تھا۔ کہ اُس نے جامع مسجد کے دروازوں کو جو دیوان موتی رام کے زمانہ سے مسدود چلے آتے۔ اور بحالت مسدودی آبادی کے ایک کثیر حصہ کی دل آزاری کا باعث تھے۔ باوجود خواہش کے انکو کھولنے اور مسجد کو آزاد و واگذار کرنے کی جراءت نہیں کی۔ یہ فخر و سعادت شیخ غلام محی الدین ہی کے نصیبوں میں تھی۔ چنانچہ اُس نے ان حالات و خیالات سے جو مسجد کے دروازوں کے مقفول ہونے کے باعث مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں اور اُن کی زبانوں پر جاری تھے۔ اور جن کو وہ اپنی مذہبی تعلیم اور اپنی مشہور اور مسلمہ وفاداری کی وجہ سے عمل میں لانے سے مجبور تھے۔ دربار لاہور اور خصوصیت سے مہاراجہ شیر سنگھ کو آگاہ کیا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ بادشاہوں کے کان ہوتے ہیں اور آنکھیں نہیں ہوتیں۔ جو کچھ اُن کے حاشیہ نشین اُن کو کہتے ہیں وہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یعنی درباری آدمی رعایا کی صحیح صحیح شکایات اور بعض ذمہ وار افسروں

کی جبر سنانیاں فرمانروائے ملک کے گوشگذار کرتے رہیں۔ تو نہ صرف بادشاہ اور اُس کے مشیر ہی نیک نام رہیں۔ بلکہ رعایا بھی دلشاد اور ملک بھی آباد رہے چنانچہ مہاراجہ شیر سنگھ نے ان خیالات سے آگاہ ہو کر حکم دیا کہ مسجد مذکور کو واگذار کر دیا جائے۔ آخر کامل بیس سال کے بعد یہ مشہور بادشاہی مسجد جو اپنی جدت کے لحاظ سے دنیا کی بے نظیر اسلامی عبادت گاہ ہے۔ پھر اُسی مقصد کے لئے مخصوص کی گئی۔ جس کو مدنظر رکھکر اس کے بانی نے اسے بنایا تھا۔ اور جو ہمیشہ سے سچے مومنوں کی نشانی چلا آتا ہے یعنی "نماز" شیخ نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے مسجد کی اُس حالت کو درست کیا جو بیس سال کی عدم نگرانی بلکہ دانستہ بربادی کے باعث قابل مرمت ہو رہی تھی۔ نئے سرے سے جاری کی گئی۔ اور اُس قدیم باولی کو جو جامع مسجد کے نزدیک تھی سنگ و خار سے صاف کیا گیا۔ غرض مسجد کی وہ شان قائم کر دی جسکو شاہی مسجد کے نام کے لحاظ سے ہر شخص دیکھنے کا خواہشمند تھا۔

بھادوں سمت ۱۸۹۹ بکرمی کا لکھا ہوا ایک پروانہ دربار لاہور سے شیخ کے نام اس مضمون کا آیا کہ تقریب دسہرہ قریب ہے۔ فرمائشات از قسم گلبدن۔ قالین پشمینہ۔ تنگی ہائے طلائی و نقرئی و نقدی موافق آئین و معمول قدیمی لاہور ارسال کیا جائے۔ یہ سب سے پہلا پروانہ تھا۔ جو شیخ کو کشمیر میں داخل ہونے کے بعد ملا۔

تعصب و ظلم اور نیکی و انصاف کی خبریں پوشیدہ نہیں رہتیں۔ مہاراجہ کو اخبار نویسوں[1] اور اہل کشمیر سے جو وقتاً فوقتاً لاہور میں آتے رہے۔ شیخ کے متعلق خبریں ملیں۔ کہ شیخ نے نواح کشمیر میں جسقدر سنگین و محفوظ قلعہ جات ہیں سب کو فتح کر لیا ہے۔ اور مفسدوں اور باغیوں کا قلع قمع کر دیا ہے۔ اور رعایا نوازی میں وہ دلچسپی لی ہے۔ کہ لوگوں کو کرنل میہاں سنگھ کے بیگناہ قتل ہونیکا جو صدمہ تھا اُس کا بہت حد تک اندمال ہو رہا ہے۔ اور شیخ کو رعایا نہایت محبت سے دیکھتی ہے۔ چنانچہ مہاراجہ شیر سنگھ نے اراکین دربار خصوصاً راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم کے مشورہ سے شیخ امام الدین کے ہاتھ ایک بیش قیمت

---

[1] مخبروں اور جاسوسوں کا سلسلہ سکھوں کے زمانہ میں بھی جاری تھا۔

خلعت معہ کنٹھہ مروارید شیخ غلام محی الدین کو ان خدمات کے صلہ[۵۱] میں بھیجا
۲۳ر چیت سمت ۱۹۰۰ بکرمی کا لکھا ہوا ایک فرمان شیخ کے نام اس مضمون کا
آیا۔ کہ لارن سومیر صاحب سیاحت کشمیر کے لئے آتے ہیں۔ جب وہ کشمیر پہنچیں
تو ان کی خاطرداری کی جائے۔ اور جسقدر وہاں کے قابل دید مقامات وہ دیکھنے
چاہیں ان کو بسہولت تمام دکھائے جائیں۔ اُن کی ضروریات و مطلوبات اور کھانے
پینے کا سامان افراط سے بہم پہنچایا جائے۔ اُن کی رہائش کو اعلےٰ مکان دیا
جائے۔ اور بارہ سو روپیہ درو جہ ضیافت اور یک صد روپیہ بطور شیرینی اُن
کی نذر کیا جائے۔

شیخ بڑا نیک نیت اور تجربہ کار حاکم تھا۔ اس کے عہد میں ارزانئ غلہ کا
یہ عالم تھا۔ کہ ایک روپیہ کو ڈیڑھ خروار شالی عام طور پر ملا کرتی تھی۔
شیخ کے زمانہ حکومت میں بیگار کا واقعہ زیادہ مشہور ہے۔ جس میں شیخ بالکل بے قصور
ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ برف باری کثرت سے ہوئی
نہ صرف جاڑے ہی سے لوگوں کو تکلیف ہوئی۔ بلکہ گھاس اور چارہ کی نایابی کی وجہ
سے حیوان بھی مرنے لگے۔ لکڑی کی گرانی سے بھی لوگوں کو سخت دقت اٹھانی پڑی

[۵۱] سر لیپل گریفن بہادر ہاتھ دھو کر شیخ کے پیچھے پڑے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب
رئیسان پنجاب صفحہ ۱۶۲ پر لکھتے ہیں کہ "غلام محی الدین شہزادہ شیر سنگھ کا نائب
اور کارندہ مقرر کر کے بھیجا گیا۔ شہزادہ کاروبار سے ناواقف تھا۔ اس لئے شیخ کو پہلے
(یعنی زمانہ نظامت دیوان کرپارام) سے بھی زیادہ اختیار حاصل ہو گیا۔ رعایا اُس کے ظلم
سے تنگ آکر نہائیت آہ و زاری کرنے لگی۔ اور طرہ یہ کہ ۱۸۳۲ء میں قحط پڑ گیا۔ شیخ
پھر لاہور میں طلب ہوا۔ اور اُس پر جرمانہ کیا گیا۔ مصر روپ لعل اُس کی ضبطی جائداد پر مقرر
ہوا۔ ۹½ لاکھ روپیہ ہوشیار پور سے نقد نکلا۔ جو مہاراجہ نے ضبط کر لیا۔ اور علاوہ اس
کے پچیس ہزار روپیہ اور جرمانہ کیا" تعجب ہے کہ عمدۃ التواریخ سے جسکا مصنف
ایک ہندو ہے۔ اور جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا روزنامچہ نویس تھا۔ اور جسکی تاریخ چشم دید
ہے۔ شیخ کے مظالم کشمیر کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ البتہ عمدۃ التواریخ اور دیگر تاریخیں جمعدار
خوشحال سنگھ کے مظالم ظاہر کرتی ہیں۔ اور جرمانے اور تنزل توسکھا شاہی زمانہ میں معمولی بات تھی

ان آفتوں اور مصیبتوں سے ابھی نجات نہ ملی تھی کہ راجہ گلاب سنگھ والئی جموں کے سپہ سالار اور وزیر زور آور سنگھ کے لداخ میں عجیب بیکسی کی حالت میں مارے جانے کی خبر ملی۔ راجہ گلاب سنگھ نے دیوان ہری چند کو چھ ہزار جرار فوج دے کر براہ لار لداخ روانہ کیا۔ ان دنوں راجہ دھیان سنگھ اور اُس کے بھائی راجہ گلاب سنگھ کا دربار لاہور میں بڑا زور تھا۔ کیونکہ شیر سنگھ انہی کی امداد و حمایت سے تخت پر بیٹھا تھا۔ اور ان سے وہ ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ کسی سردار یہاں تک کہ سندھانوالیوں کو بھی جو مہاراجہ کے رشتہ دار تھے۔ ڈوگرہ خاندان کے سامنے سر اُٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ اس حالت میں راجہ کے کسی حکم سے شیخ کا انحراف کرنا اور پھر اُس صورت میں جبکہ راجہ کی سفارش سے شیخ کو مہاراجہ کی طرف سے خوشنودئی مزاج اور عطائے خلعت کا پروانہ بھی مل چکا ہو۔ اپنی بربادی و تباہی کے سامان پیدا کرنا تھا۔ اس لئے جب اس مہم کی ٹرپسنورٹ کا انتظام شیخ کے سُپرد ہُوا۔ تو اُس نے ذرا بھی چوں چرا نہ کی۔ اور دس ہزار آدمیوں کو بیگار میں پکڑ کر دیوان ہری چند کے ہمراہ بھیجا۔ گویا اصل فوج سے قریباً دُگنے آدمی بیگار میں پکڑے گئے۔ جن میں سے بہت سے آدمی رستے ہی میں شدت برودت کی وجہ سے مر گئے۔ ان سب بیگاریوں کو شیخ کی طرف سے پندرہ دن کا زادراہ بھی دیا گیا۔ اس بیگار سے تمام ملک میں ہل چل پڑ گئی اور لوگ سراسیمہ ہو گئے۔ کئی لوگوں کی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ برف باری سے نہیں۔ کثرت باراں سے نہیں۔ خشک سالی سے نہیں۔ محض اس وجہ سے کہ ان کے کاٹنے والے عین اُسوقت جبکہ فصلوں کے کاٹنے کا موسم تھا۔ بیگار میں پکڑے جا رہے تھے۔ اور اُن کی فریاد و زاری کوئی نہیں سُنتا تھا۔ دوسرے سال ۱۸۴۲ء مطابق ۱۸۹۹ء بکرمی میں راجہ گلاب سنگھ بذات خود وارد کشمیر ہوا۔ نسیم باغ میں قیام کیا۔ اور ہری چند کی معاونت کے لئے اور چار ہزار سپاہی بھجوائے گئے۔ ان کی باربرداری کے لئے بھی چھ ہزار بیگاری بیگار میں پکڑے گئے کشمیر کا ستیاناس ہو گیا۔ لیکن دیوان ہری چند مخالفوں پر کامیاب ہو کر اور لاسہ کی افواج کے دو سر لشکر گرفتار کر کے کشمیر لے آیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے ان لوگوں کو معافی نامے اور ضلاع فاخرہ دیکر واپس بھیجدیا۔

اور آپ بھی جموں چلا گیا۔

اسی سال کریم خاں بنیرہ سلیمان خاں مرزبان یسین نے گلگت والوں کے جھگڑے میں ناظم کشمیر سے کمک طلب کی۔ شیخ نے نتھو شاہ اور متھرا داس کو افواج خالصہ کے ساتھ کریم خاں کی معاونت پر مامور کیا۔ معمولی لڑائی کے بعد مخالف (گوہر خاں) بھاگ کر پونیال چلا گیا۔ اور کریم خاں حکومت گلگت پر متسلط ہوگیا۔ نتھو شاہ تو گلگت ہی میں قلعدار بن کر رہ گیا اور متھرا داس واپس چلا آیا۔

چشمہ شاہی بھی اپنے بانیوں کے فراق اور اُن کی یاد میں خشک ہو رہا تھا شیخ نے اس کی مرمت کی طرف بھی توجہ کی۔ چنانچہ مرمت نہایت عمدہ کرائی گئی۔ چشمہ ازسرنو چشمہ شاہی بن گیا۔ تاریخ ہوئی چشمہ شیخ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مرمت ۱۲۵۸ھ ہجری مطابق ۱۸۴۲ء میں ہوئی تھی۔ امیراکدل کی طرف (جہاں اب ریزیڈنسی ہے) درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آتے تھے۔ شیخ نے اس گھنے جنگل کو کاٹ کر ایک وسیع باغ تیار کیا۔ جو شیخ باغ کے نام سے موسوم ہوا۔ اب انقلاب زمانہ نے باغ کا نام ونشان تو مٹا دیا ہے۔ وہاں وسیع کوٹھیاں اور مکانات تیار ہو گئے ہیں۔ لیکن وہ مقام اب بھی شیخ باغ ہی کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔

کوہ سلیمان پر ایک تنگدل اور متعصب سادھو ریاضت آلہٰی کے بہانہ سے مقیم تھا ۱۸۴۳ء مطابق ۱۲۵۹ھ ہجری میں علاقہ داردستان کے چند مسلمان سیاح مندر مذکور کے دیکھنے کے لئے گئے۔ سادھو نے ملیچھ کہکر اندر داخل نہ ہونے دیا۔ دارد لوگ ان باتوں کے سُننے کے عادی نہ تھے۔ وہاں ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔ سادھو لاٹھیاں اور پتھروں سے ایسا پیٹا گیا کہ وہیں ہلاک ہوگیا۔ داردوں نے نہ صرف سادھو ہی کو جان سے مار ڈالا۔ بلکہ شولنگ کو بھی جو مندر میں رکھا ہوا تھا توڑ ڈالا۔ ہندوؤں کو خبر ہوئی۔ بہت شور مچایا۔ شیخ کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ افسوس ظاہر کیا۔ اور ایک نیا شولنگ تیار کرا کے بدستور سابق مندر میں رکھوا دیا۔ جس سے عوام ہنود کا جوش کم ہوگیا۔

۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء کی بیگار کے باعث ملک میں فصلوں کا ستیاناس ہوگیا۔

تھا۔ اس لئے ماہوارہ وقت پر لاہور نہ پہنچ سکا۔ اور جب پہنچا تو مہاراجہ نے ناراضگی ظاہر کی۔ اور کہا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سرکار ہر وقت اور ہر لحظہ سرکار میں مصروف رہتے ہیں۔ کاروبار مملکت کا کیا خیال آتا ہو گا۔ لیکن لاہور واپس[۵۱] جا کر انتظام مملکت اس طریق سے ہو گا۔ کہ ایک دنیا دیکھیگی[۵۲] اسی سال اخیر ماہ پوہ میں اُفق مغرب سے ستارہ ذات الاذناب نمودار ہوا۔ جس سے کشمیر کے عام لوگوں میں سخت بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور لوگ بالخصوص اہل نجوم اس ستارے کو کسی آفت ناگہانی کا پیش خیمہ سمجھکر سخت متردد ہو گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اسی سال مہاراجہ شیر سنگھ فوج کے معائینہ کے وقت مقام شاہ بلاول (لاہور) اور اُسکا خورد سال بیٹا شہزادہ پرتاب سنگھ تلادان کے وقت جمعدار خوشحال سنگھ کے باغ میں ظالم اور ناخدا ترس سندھانوالیوں کے دست ستم پرور سے نہایت بیدردی اور کمال سفاکی کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ مہاراجہ کے قتل کے بعد دربار لاہور میں جو تزلزل واقعہ ہوا۔ وہ اگلے صفحوں سے بخوبی معلوم ہو سکیگا۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ

(ایام حکومت برائے نام ۶ سال ۱/۲ ۲ ماہ)

از فروری ۱۸۴۳ء لغایت ۱۵ مارچ ۱۸۴۶ء یعنی جس تاریخ کو ایک عہد نامہ کی رُو سے کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کو تفویض کیا گیا۔

مہاراجہ شیر سنگھ کے قتل کرنے کے بعد سندھانوالیوں نے اور اُن کے فریق مخالف نے دارالسلطنت میں وہ دھما چوکڑی مچائی۔ کہ اہل لاہور کو دلی کی لوٹ اور نادر شاہی قتل عام یاد آگیا۔ علاوہ عام آدمیوں کے سولہ آدمی تو ایسے مارے گئے۔ جن پر سلطنت کا دارومدار تھا۔ اور جو مقربین دربار میں سے تھے مثلاً مہاراجہ۔ ولی عہد راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ قاتل شہزادہ پرتاب سنگھ

[۵۱] مہاراجہ شیر سنگھ اس وقت لاہور سے باہر شکار میں مصروف تھے۔
[۵۲] عمدۃ التواریخ دفتر چہارم حصہ سوم صفحہ ۱۵۱

ولی عہد) اجیت سنگھ سندھانوالیہ (قاتل مہاراجہ) مصر بیلی رام۔ بھائی گوربکھ سنگھ یہ وہ لوگ تھے۔ جو سلطنت کی باگ کو جدھر چاہتے تھے لیجاتے تھے۔ یکم اسوج اور ۲ اسوج کو لاہور میں ہنگامۂ محشر برپا رہا۔ فوج خالصہ نے دو ہی دن میں تمام سرکردہ لوگوں کو خاک میں ملا دیا۔ سندھانوالیوں نے مہاراجہ کے رشتہ دار ہو کر جس بے ایمانی اور دغابازی سے مہاراجہ اور اُس کے معصوم و خوبصورت ولی عہد اور اسکے قابل وزیرک اور مدبر و صائب رائے وزیر کا خون کیا۔ اس کا بدلہ دست بدست ہی ان کو مل گیا۔ اور ایسی ذلت کی موت ان کو اور انکے ہمراہیوں کو مارا گیا۔ کہ ان کی لاشیں کئی کئی دن تک سڑتی رہیں اور پھر گلے میں رسیاں ڈالکران کو بازاروں اور کوچوں میں تشہیر اور ذلیل اور رُسوا کیا گیا۔ راجہ ہیرا سنگھ (راجہ دھیان سنگھ کا بیٹا) اور راجہ سوچیت سنگھ (راجہ کا بھائی) یہ دو خوش نصیب شخص تھے۔ جو قلعہ سے غیر حاضر اور میانمیر میں مقیم ہونیکے باعث ظالم سندھانوالیوں کے ہاتھ سے بچ رہے۔ اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ نے انکو پیغام تو بہت بھیجے کہ وزیر راجہ دھیان سنگھ ایک ضروری مشورہ کے لئے قلعہ میں بلاتا ہے۔ لیکن وہ ان حکمت عملیوں سے خوب واقف تھے۔ سمجھ گئے کھیل بگڑ گیا ہے لکھا کہ وزیر کا دستخطی رقعہ آنے پر ہم حاضر ہو جائینگے۔ اب وزیر ہو تو رقعہ لکھے۔ وہ بچارا تو قلعہ میں داخل ہوتے ہی فنا ہو چکا تھا۔ اس دارو گیر میں مرنے کو اکثر رہے لیکن وزیر اور ولی عہد اور مہاراجہ کے قتل ہو جانے پر اہل لاہور نے بہت افسوس کیا۔ اور جہاں جہاں یہ خبر پہنچی ہر ایک کی زبان سے بے ساختہ یہی نکلا۔ ع

حیف دانا مُردن و افسوس ناداں زیستن

اہالیان شہر ان دنوں میں کسقدر سہمے رہے۔ اسکا اندازہ مصنف عمدۃ التواریخ کے الفاظ ذیل سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ "ہمگی دوکانداران و بقالاں و بزازاں و صرافاں ابریشم و کلابتوں و اسباب (رکاکین گرفتہ بخانہ ہا رفتند و آنچناں غوغاے تمام و شورش عوام الانام بجلوہ اعلان آمد کہ شخصے بر شخصے بوقت دو بدن مے افتاد

سلہ بقول بعض مورخین پڑادہ بدھو متصل شالامار باغ لاہور میں یہ چچا بھتیجا موجود تھے۔

سلہ دفتر چہارم حصہ سوم صفحہ ۲۱۰

مال و اسباب بطور حفاظت نگاہ میداشتند و امید حیات زندگانی منقطع و منعدم بود"

آخر یہ کالی گھٹا اہل لاہور کے سر سے دور ہوئی۔ ۳۰ اسوج کی صبح کو مہاراجہ کلاں یعنی رنجیت سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے دلیپ سنگھ کے جلوس میمنت مانوس اور امن و امان کا اعلان کیا گیا۔ قلمدان وزارت راجہ ہیرا سنگھ کے سپرد ہوا۔ اور تمام کارداران ممالک محروسہ کے نام پروانے اور حکم احکام جاری کئے گئے۔ سواروں اور افسران افواج کو لکھا گیا کہ جس قدر مال و اسباب لوٹا گیا ہے۔ وہ سب داخل سرکار کیا جائے۔ ورنہ سخت سزا دی جائیگی۔ دلیپ سنگھ کی عمر نو سال کی تھی جب اسکو تخت پر بٹھایا گیا۔ عنان سلطنت اس کی ماں رانی جنداں (اصل نام جے دیوی) اور راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ سررشتہ حکومت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ فوجیں آزاد اور خودسر تھیں۔ جو شخص انہیں روپیہ کا لالچ اور ترقی تنخواہ یا انعام و اکرام کا وعدہ دیتا تھا۔ اُسی کے ساتھ ہو جاتی تھیں۔ سب سے زیادہ مصیبت یہ نازل ہوگئی کہ چچا بھتیجے یعنی راجہ ہیرا سنگھ وزیر اور راجہ سوچیت سنگھ میں بگاڑ پیدا ہوگیا۔ بھتیجے نے چچا کے انہدام کے لئے توپ خانہ اور فوجیں مامور کیں۔ طرفین سے بہت لوگ کام آئے۔ اور راجہ سوچیت سنگھ کے قتل ہونے[51] پر میدان راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ رہا۔ راجہ گلاب سنگھ جموں میں تھا۔ جب بھتیجے کی بداعمالی و نالائقی اور بھائی کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو بہت افسوس کیا۔

راجہ گلاب سنگھ خود لاہور آیا۔ چچا بھتیجے میں دیر تک نزاع و فساد قائم رہا۔ دلوں کی خبر تو خدا کو معلوم ہے۔ لیکن بظاہر معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ اور راجہ واپس جموں چلا گیا۔ راجہ ہیرا سنگھ نے پنڈت جلا نامی ایک شخص کو دست راست بنایا تھا پنڈت نے راجہ کی شیخی پر رانی جنداں یعنی والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی شان میں کلمات گستاخانہ کہے۔ اور اُس کے مُنہ پر کہے۔ اُس نے فوج کے تمام افسروں اور نامی سکھ سرداروں کو بلایا اور ان کے سامنے روئی اور کہا کہ ان جموالوں (جموں کے راجپوتوں) کی حمایت نے پنڈت جلا کو یہاں تک آمادہ کیا ہے۔ کہ اپنی اصلیت بھی وہ بھول گیا ہے۔ یہ نالائق پنڈت نہیں جانتا کہ اپنی حیثیت سے بڑھنا۔

[51] یہ واقعہ ۱۶ چیت سمت ۱۹۰۱ بکرمی کا ہے

اور ولی نعمت سے قیل وقال کرنا پیمانۂ حیات کو لبریز کرنا ہے۔ رانی کے بھائی جواہر سنگھ کو ڈوگرہ خاندان سے خاص ضد تھی۔ اُس نے فوجوں کو انعام واکرام کا لالچ دیا۔ اور کہا کہ راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا کو گرفتار کرکے ٹھکانے لگا دو۔ فوجیں خدا سے یہی چاہتی تھیں۔ غرض ۹ پوہ سمت ۱۹۰۱ بکرمی کی صبح کو جبکہ راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا اپنی گرفتاری اور فوج کے برخلاف ہو جانے کی خبر سُنکر جواہرات ونقدیات اور زیورات ہاتھیوں پر لادکر شہر سے باہر جا رہے تھے۔ فوجوں نے گرفتار کرلیا۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ پنڈت اور راجہ ہیرا سنگھ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ لاشیں ان کی لوہاری دروازہ کے باہر درختوں پر لٹکائی گئیں۔[۵]

سرے کہ سروری میداشت در سر ۔۔۔ سراسر گشت اندر خاک یکسر

سرے کو سروری را بود شایاں ۔۔۔ بیکدم آمدہ در خاک افتاں

سرے کو سروری میکرد شاہی ۔۔۔ بیکدم آمدہ اندر تباہی

راجہ ہیرا سنگھ کی ہلاکت کی خبر سُنکر راجہ گلاب سنگھ پھر لاہور آیا۔ راجہ لعل سنگھ اور سردار جواہر سنگھ (مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ماموں) نے چاہا کہ شاہدرہ کے مقام پر اس سے جنگ کیا جائے بلکہ پلٹنیں بھی بھیجدیں۔ لیکن بعض اراکین کے سمجھانے سے اس خیال سے باز آئے۔ غرض راجہ گلاب سنگھ لاہور آیا۔ اور ۳ جیٹھ سمت ۱۹۰۲ بکرمی کو خلعت وزارت سردار جواہر سنگھ کے سپرد کیا گیا۔ جواہر سنگھ مہاراجہ کا ماموں ہونے کی وجہ سے پہلے ہی کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اب تو اُس نے اور بھی گُل کھلانے شروع کئے۔ شراب نوشی اور فسق وفجور میں ایسا غرق ہوا کہ مرتے دم تک نہ اُبھر سکا۔ راجہ گلاب سنگھ کہ مردِ آخر بین تھا۔ اس فتنہ وفساد کی آگ سے نکلنے اور اپنے آپکو محفوظ رکھنے کے لئے رانی سے رخصت لیکر جموں روانہ ہو گیا۔ راجہ کے بعد پلٹنوں اور سردار جواہر سنگھ کے درمیان آتش عناد مشتعل ہوئی آئی اثنا میں جواہر سنگھ نے شاہزادہ پشورا سنگھ خلف مہاراجہ رنجیت سنگھ کو قتل کردیا جس سے فوجیں اور بھی بگڑ گئیں کہ یہ تو شاہی خاندان کا نام ہی مٹانا چاہتا ہے۔ راجہ گلاب سنگھ نے بھی میاں پرتھی سنگھ کے ماتحت راجپوتوں کی ایک جماعت

[۵] ... درخت ابھی تک لوہاری دروازہ کے باہر برلب نہر موجود ہیں۔

افواج سنگھاں کا ساتھ دینے اور جواہر سنگھ کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجی۔ آخر ۸ اسوج سمت ۱۹۰۲ بکرمی کو باوجود رانی جنداں کی گریہ وزاری کے افواج نے جواہر سنگھ کا سر کاٹ لیا۔ اب چند روز تک وزارت کا عہدہ خالی رہا۔ عہدہ ہرچند بہت بڑا تھا۔ لیکن اب وزارت اور ہلاکت لازم ملزوم ہو چکی تھیں۔ اس لئے خوشی سے قبول کرنے کے لئے کوئی شخص تیار نہ تھا۔ رانی جنداں خود دربار میں بیٹھکر حکم احکام جاری کرتی رہی۔ آخر جب سپاہ اور مہارانی میں صلح ہوگئی۔ اور فوج نے اقرار کرلیا۔ کہ ہم سب نابالغ مہاراجہ کے زیر فرمان رہینگے۔ تو سردار تیج سنگھ کو خلعت سپہ سالاری اور راجہ لال سنگھ کو چھ ہزار روپیہ نقد اور خلعت وزارت عطا ہوا۔

لعل سنگھ کا چال چلن تو بُرا تھا ہی۔ لیکن ہندو مسلمان اور سکھ غرض سب لوگوں کی نظروں میں وہ اس لئے بھی کھٹکتا تھا۔ کہ رانی جنداں کے ساتھ جو اُسکے تعلقات تھے۔ وہ دوستانہ بلکہ عاشقانہ تھے۔ اسی وزیر کے عہد میں کچھ ارکین کی خود غرضیوں اور دغابازیوں اور زیادہ تر افواج کی بے لگامی وسرکشی کے باعث خلافت وسلطنت سکھاں کے وہ تمام عہد وپیمان جو سلطنت انگریزی کے ساتھ ۱۸۰۹ء سے وابستہ چلے آتے تھے۔ دسمبر ۱۸۴۵ء میں بالائے طاق رکھ کر آبیل مجھے مار کی مثال چھیڑ خانی شروع کی گئی۔ جو تین لڑائیوں پر مشتمل تھی اور جن میں سے ہر ایک میں سکھوں کو شکست فاش ہوتی رہی۔ اور آخر جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک پنجاب اور سکھوں کے دیگر تمام مقبوضہ ومحروسہ ملک سرکار انگریزی کے تصرف میں آگئے

سرکار انگریزی نے بلاوجہ چھیڑ خانی کے معاوضہ میں سرکار لاہور سے ستلج بیاس کے درمیانی پہاڑی اور غیر پہاڑی علاقوں کے علاوہ ایک کروڑ روپیہ نقدی بابت مصارف جنگ طلب کیا۔ چونکہ اسقدر رقم کا ادا ہونا مشکل تھا۔ اس لئے مہاراجہ دلیپ سنگھ نے ایک کروڑ روپیہ کے عوض صوبہ کشمیر وہزارہ معہ تمام علاقہ کوہستانی بطور دوام بنام کمپنی بہادر تفویض کردیا۔

چونکہ اُس وقت صاحبان عالیشان کو روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس لئے اُنہوں نے ۷۵ لاکھ روپیہ کے عوض صوبہ کشمیر کو راجہ گلاب سنگھ کے حوالہ کرکے ۱۵ مارچ

۱۸۴۶ء کو امرتسر میں اُسے مہاراجہ کا خطاب عطا کیا۔ اور ۱۶ مارچ کو اُسی جگہہ عہد نامہ لکھا گیا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کو چونکہ تسخیر کشمیر میں بہت دقتیں پیش آئیں۔ بلکہ قبضہ دلانے کے لئے خود لارنس صاحب کو وہاں جانا پڑا۔ اور چونکہ دوران تحقیقات میں معلوم ہوا کہ اس میں ساری شرارت راجہ لعل سنگھ وزیر کی ہے۔ اس لئے بعد ثبوت کامل اُس کو وزارت سے معزول کر کے آگرہ اور بعد میں ڈیرہ دون بھیج دیا گیا۔

سولہویں دسمبر ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ کے مطابق سرکار انگریزی کو سلطنت لاہور پر بہت سے اختیارات حاصل ہو گئے۔ اسی عہد نامہ کے مطابق بجائے وزارت کے کونسل کا تقرر ہوا۔ اور کونسل کو ریزیڈنٹ کے ماتحت رکھا گیا۔ انگریزی فوج کے خرچ کے لئے بائیس لاکھ روپیہ سالانہ کا بوجھ دربار لاہور کے ذمہ ڈالا گیا۔ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ مہارانی جنداں کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ اور عہد نامہ کی شرطیں اُس وقت تک قابل عمل قرار پائیں۔ جب تک کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی عمر سولہ سال کی نہ ہو جائے یعنی ۴ دسمبر ۱۸۵۴ء کے بعد یہ اقرار نامہ منسوخ قرار دیا گیا۔

اس عہد نامہ سے چونکہ مہارانی کا عمل دخل بالکل جاتا رہا تھا۔ اسلئے وہ باطن میں انگریزوں کے خلاف سازشیں کرتی رہی۔ اور لوگوں کو ایسی باتوں پر اُکساتی رہی جن سے انگریزوں کا تو کیا بگڑنا تھا۔ خود سلطنت خالصہ کی تباہی وبربادی یقینی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہو کے رہا۔ آخر رانی کو قلعہ شیخوپورہ میں بند کر دیا گیا۔ لیکن وہ وہاں بھی جوڑ توڑ میں مصروف رہی۔ پھر بنارس بھیجی گئی۔ کہ شاید یاد الہیٰ میں اسکا دل لگ جائے۔ وہاں سے ۳ اپریل ۱۸۴۹ء کو دو لونڈیوں کے ہمراہ بھاگ جانے کو تیار تھی۔ کہ خبر ہو گئی پھر چنار گڈھ بھیجی گئی۔ جہاں سے اُسی رات بیراگن کا بھیس بدل کر اور جواہرات بیش قیمت ہمراہ لیکر فرار ہو گئی اور ۲۱ اپریل کو نیپال جا پہنچی۔ وہاں دیر تک ایکہزار روپیہ ماہوار پنشن لیتی رہتی۔ اور جب دلیپ سنگھ کو لنڈن لیگئے۔ تو رانی بھی اپنے بیٹے کے پاس چلی گئی۔

رانی جنداں نیپال میں بھی بیکار نہ رہی۔ وہاں سے اُس نے نو آدمی لاہور میں بغاوت پھیلانے اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کو بھگا لانے کے لئے روانہ کئے اور یہ سازش عین اُن دنوں اپنا ظہور دکھانے والی تھی۔ جبکہ ۱۸ نومبر ۱۸۴۹ء کو لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہندوستان لاہور داخل ہونے والے تھے۔ آخر سازش ظاہر ہوگئی اور سازش کنندہ گرفتار ہوکر کیفر کردار کو پہنچے۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ کا چار لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ اور تجویز ہوئی کہ ڈاکٹر لوگن صاحب بمشاہرہ بارہ سو روپیہ ماہوار اُن کے خبرگیر معلم اور نگران مقرر ہوں۔ چنانچہ ۲۱ دسمبر ۱۸۴۹ء کو مہاراجہ دلیپ سنگھ نے اپنی ماں کی نادانیوں اپنی فوج کی خودسریوں اور اپنے سرداروں کی حماقتوں اور بے ایمانیوں کی پاداش میں سلطنت سے دست بردار ہوکر لاہور سے کوچ کیا۔ اور ۱۶ فروری ۱۸۵۰ء کو فتح گڈھ متصل فرخ آباد میں داخل ہوا تاریخ ہوئی ؎

چوں شہ پنجاب از پنجاب رفت | چشمہ ساں از چشم مردم آب رفت
گفت سرور از سر درد ایں سخن | نو گلے از گلشن پنجاب رفت

چند سال کے بعد گورنمنٹ برطانیہ نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کا لنڈن میں بھیجا جانا مناسب سمجھا۔ چنانچہ ۱۸۵۴ء میں ڈاکٹر لوگن کے ہمراہ دلیپ سنگھ ہندوستان سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔ اور وہاں عین عنفوان شباب میں اُس نے مذہب عیسوی قبول کرلیا۔ مہاراجہ کا انتقال ۱۸۹۳ء میں بمقام لنڈن ہوگیا۔

صوبیداران کشمیر جو مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد میں ہوئی

شیخ غلام محی الدین ایک سال ۶ ماہ سمت ۱۹۰۰ ب لغایت سمت ۱۹۰۲ بکرمی

شیخ امام الدین۔ ۶ ماہ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۲۶۲ھ موافق سمت ۱۹۰۳ بکرمی

شیخ غلام محی الدین صوبہ کشمیر

ایام حکومت ایک سال ۶ ماہ ۱۳ روز اسوج سمت ۱۹ بکرمی لغائیت ۱۴ ارجیت بسمت ۱۹۰۲
مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ ہجری

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی سلطنت اور راجہ ہیرا سنگھ کی وزارت میں جو سب سے پہلا حکم شیخ غلام محی الدین کو ملا۔ وہ ۷ اسوج سمت ۱۹۰۰ بکرمی کا لکھا ہوا حسب ذیل مضمون کا تھا "راجہ ہیرا سنگھ وزیر دربار لاہور کی دستار بندی کے لئے (کیونکہ اُس کے والد راجہ دھیان سنگھ کا بوجہ ضرب شمشیر انتقال ہو چکا تھا) دوشالے اور تحائف اور مبلغ بہ تعداد کثیر روانہ کرد"

دربار لاہور کی ابتری۔ شاہی خاندان کی خانہ جنگیوں اور فسادات اندرونی کے باعث تمام ملک میں بد امنی اور شورش پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا اثر آخر کشمیر پر بھی ہوا۔ کوہستان کشمیر میں سلطان زبردست خاں مظفر آبادیہ نہائیت زبردست تھا اُس نے دربار کی برہمی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور قسمت آزمائی کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے لگا۔ شیخ نے کسی ترکیب سے اُس کو نظر بند کر لیا[۱]۔ اسپر سردار نجف خاں سکنہ گھوڑی اور سلطان شیر احمد خاں کرناہ والہ اور سلطان حسین خاں مظفر آبادی نے باہمی اتفاق سے سب پہاڑیوں کو جمع کیا۔ اور کشمیر میں تاخت و تاراج کرنے کیلئے باہر نکلے مخالفین کا ہجوم اسقدر ہو گیا۔ کہ کشمیر کی موجودہ فوج اُنکی روک تھام کے لئے ناکافی ثابت ہوئی۔ آخر شیخ نے مگھر سمت ۱۹ بکرمی میں مضمون ذیل کی ایک اطلاعی عرضی دربار لاہور کو لکھی۔ "زمیندار نواح کشمیر میں جمع ہو کر جنگ و جدل پر آمادہ ہوئے ہیں۔ اور بعض بعض مقامات پر حملے بھی کر چکے ہیں۔ یہ ساری خرابی دربار لاہور کے باہمی فتنہ و فساد کے باعث ہے۔ اس لئے اگر دربار نے فوراً صلاحیت اختیار نہ کی اور کشمیر کی خرابی کا فوراً ہی تدارک نہ کیا گیا تو یہ ملک جو نہائیت سرسبز اور شاداب

[۱] مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات کے دو مہینے کے بعد اس رئیس کو درحالیکہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ غلام محی الدین نے دغابازی سے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور اُسکی جاگیر ضبط کر لی
رئیسان پنجاب اردو مؤلفہ سرلیپل گریفن صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ ۱۸۸۲ء

اور بہشت کا نمونہ ہے۔ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ افواج سرکاری قلیل ہے۔ اور اہل کشمیر کثرت سے ہیں۔ اور جو سرکاری ملازم ہیں۔ اُن پر سر دست اہم معاملات کا اعتبار کرنا مصلحت ملکی کے خلاف ہے۔ اس فدویت نشان کا اطلاع دینا واجب ولازم ہے۔ آئیندہ اختیار خداوندان نعمت و حاکمان وقت ہے"

ایک مُراسلہ راجہ راجور کے نام بھی لکھا۔ کہ فوراً کافی امداد کشمیر کو روانہ کریں۔

اُس وقت سلطنت پنجاب کی وزارت راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس نے بھائی رام سنگھ کی صلاح سے ناظم کشمیر کو جواب لکھا۔ کہ فوجیں عنقریب کشمیر میں بھیجی جاتی ہیں۔ دلجمعی سے کام لو اور تسلی رکھو۔

۲۴ مگھر کو شیخ غلام محی الدین ناظم کشمیر کا بیٹا شیخ امام الدین معہ سردار حکم سنگھ[۵۱] ملوئی خلعت و انعام سے سرفراز ہو کر روانہ کشمیر ہوا۔ اُدھر راجہ راجوری نے بھی اپنے بیٹے مرزا فقیر اللہ خاں کو ایک ہزار فوج دیکر کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ موسم گو عین برف باری کا تھا۔ لیکن فوجیں صحیح سلامت کشمیر پہنچ گئیں۔ مرزا نے شیخ کو کہا کہ

---

[۵۱] سردار حکم سنگھ ملوئی سردار دھنا سنگھ ملوئی کا بیٹا تھا۔ جو کشمیر کی دونوں مہموں میں مہاراجہ کی فوجوں میں نمایاں خدمات انجام دیتا تھا۔ حکم سنگھ سب سے پہلے اُس سکھ فوج کے ہمراہ پشاور گیا تھا۔ جو شاہ شجاع کے بیٹے تیمور شاہ کے ساتھ بھیجی گئی تھی۔ پشاور سے حکم سنگھ نونہال سنگھ کے ساتھ اُس زمانہ میں لاہور واپس آیا جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے انتقال کی خبر پہنچی تھی۔ حکم سنگھ ۱۸۴۱ء میں مہاراجہ شیر سنگھ کے حکم سے سردار لہنا سنگھ اور کھڑک سنگھ سندھانوالیوں کو کُلو سے گرفتار کر کے لاہور لایا۔ جس کے معاوضہ میں پنجاب کی جاگیر میں ۸ ہزار کا اضافہ ہوا۔ اور کشمیر کے صوبہ سے دو ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ جب شاہ بلاول میں مہاراجہ شیر سنگھ کا قتل ہوا ہے۔ اُس موقعہ پر حکم سنگھ بھی موجود تھا۔ اور اُس کے شانے میں بھی زخم آیا تھا۔ جنگ سبراؤں میں جو فروری ۱۸۴۶ء میں ہوئی حکم سنگھ مارا گیا۔ راجہ لعل سنگھ نے اُس کے مرنے کے بعد اُسکی ۷۶ ہزار کی جاگیر کو گھٹا کر ۲۵ ہزار روپیہ اُس کے بھتیجے سردار کرپال سنگھ کے نام مقرر کیا۔ لاہور کا مشہور سردار سروپ سنگھ ملوئی جو کتوں کا بڑا شوقین تھا۔ اسی کرپال سنگھ کا بیٹا تھا۔

دربار لاہور کی حالت اس وقت نہائیت ابتر ہے - اگر کشمیر میں بھی سلطنت خالصہ کو زوال پہنچا - تو تمہاری بڑی بدنامی ہو گی - اس لئے صلح و ملائیت سے اگر کام نکل آئے - تو نہائیت مناسب ہے - ناظم نے کہا کہ سلطان کی رانی سلطان کی آزادی کے لئے ایک لاکھ روپیہ دینی تھی - اب وہ مرگئی ہے - اور دیگر سلاطین مخالف ہو گئے ہیں - اس لئے خود بخود چھوڑ دینا آئین سلطنت کے خلاف ہے - غرض سلطان زبردست خاں پچاس ہزار کی ضمانت پر قید سے رہا ہوا - اس عرصہ میں لاہور سے بھی فوج آگئی تھی - اور مخالفین بھی سلطان زبردست خاں کے کہنے سننے سے فساد سے باز آگئے تھے - رئیسان پنجاب میں سرلیپل گریفن لکھتے ہیں کہ اس سازش میں راجہ گلاب سنگھ والئی جموں بھی شامل تھا - چنانچہ اصل عبارت ذیل میں درج ہے - "اسی عرصہ میں گلاب سنگھ اور انکے بھتیجے ہیرا سنگھ میں باہم تنازعہ ہوا - اور گلاب سنگھ نے ہر سبیل سے یہ کوشش کی کہ کشمیر اور کوہستان کے لوگ میرے ساتھ متفق ہو جائیں - اس تدبیر میں گلاب سنگھ کچھ کچھ کامیاب ہوا اور بہر حال اس نے رئیسان کوہستان اور مسلمانوں کو ان کی اپنی قوت اور سکھوں کی کمزوری ایسے صریح طور پر دکھائی کہ انہوں نے سکھوں سے مقابلہ کرنے کا قطعی ارادہ کر لیا - چنانچہ اگست ۱۸۴۲ئہ میں حبیب اللہ خاں پکھلی والہ نے گھوڑی کے سکھوں کی جمعیت پر حملہ کیا - مگر غلام محی الدین نے فوج کی مدد کے واسطے پانسو آدمی بھیجے - اس جمعیت نے سرکشوں کو شکست دی اور ان کے سردار کو قتل کیا - تھوڑے عرصہ کے بعد راجہ سلطان خاں گھوڑی والہ نے باتفاق ایک پسر حبیب اللہ خاں کے اور دیگر رئیسان کوہستان کے گھوڑی پر حملہ کر کے اسپر تصرف کر لیا اور اکتوبر میں مظفرآباد کی طرف روانہ ہو کر قلعوں پر حملہ کیا - غلام محی الدین نے تقریباً کل فوج سکھ جو اس کے پاس تھی - مظفرآباد کے بچانے کے واسطے بھیجی - مگر اس فوج کو سرکشوں نے حملہ کر کے شکست دی - سرکشوں نے شہر کو جلا دیا اور جن سکھ قیدیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا - ان کو قتل کیا - اب راجہ زبردست خاں کا بیٹا اور راجگان دوپٹہ اور اوڑی سرکشوں سے جا ملے - اور ان کو ایسی طاقت حاصل ہو گئی - کہ انہوں نے نومبر میں بارہ مولہ پر تصرف کر لیا - اور پرگنہ سوپور پر جو دارالریاست کشمیر کے متصل ہے قبضہ کر لیا -

غلام محی الدین نے اب پہلی مرتبہ دربار لاہور کو سرکشی کی اطلاع کی۔ جنرل گلاب سنگھ بھوونڈیہ کو جو پشاور کی طرف جاتا تھا حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر کشمیر کو روانہ ہو جاوے۔ پونچھ اور جموں کے راہ سے بھی کمک بھیجی گئی مگر جو فوج راجہ گلاب سنگھ نے بھیجی تھی۔ وہ برف کے بہانے سے تھوڑی دور چلکر ٹھہر گئی۔ لیکن حقیقت میں وجہ یہ تھی۔ کہ راجہ گلاب سنگھ دل سے مدد نہیں دینی چاہتا تھا۔ تاوقتیکہ اُسکو خود کچھ فائدہ نہ حاصل ہو جائے۔ مطلب اُس کا یہ تھا کہ کانہائے نمک کا ٹھیکہ اُس کے پاس رہے۔ ہزارہ پھر اُسکو ملجائے۔ اور بعض سردار مثل جیر سنگھ اٹاریوالہ کے جنہوں نے تنازع گذشتہ میں اُس کی جانبداری کی تھی۔ پھر مورد الطاف ہو جائیں۔

جو فوج پونچھ کے راہ سے روانہ ہوئی تھی اُس کا افسر امام الدین غلام محی الدین کا بیٹا تھا۔ یہ جوان آدمی اگرچہ ڈیرہ جات میں اُس نے تحت حکم شہزادہ نونہال سنگھ کی خدمت کی تھی پہلے کبھی کسی لڑائی میں موجود نہ ہوا تھا۔ اور جنگی سیرت نہیں رکھتا تھا۔ کشمیر کی مہم میں یہ شخص اکراہ سے شامل ہوا۔ اور فقط اس اقرار پر جانیکو راضی ہوا کہ کوئی فوج سکھ میرے ساتھ نہ بھیجی جائے۔ کیونکہ سکھوں کی فوج اس سبب سے کہ اُسکو بھائی گورمکھ سنگھ اور مصر بیلی رام کا قاتل سمجھتی تھی۔ اُس سے نہایت تنفر کرتی تھی۔

اس اثناء میں کشمیر پر سرکشوں نے ایک سرے سے دوسرے تک تاخت کی اور غلام محی الدین قلعہ ہری پربت میں بند ہو گیا تھا۔ مسلمان فوج باغی ہو گئی تھی۔ راجگان کوہستان سب ہتھیار اُٹھا کر سامنے ہو گئے تھے۔ اور سکھوں کو معلوم ہوا کہ جو فتح نہایت مشکل سے ہوئی تھی دوبارہ کرنی پڑیگی۔

پکھلی اور دھمتوڑ کے یوسف زیئوں اور کھکہ لمبہ قوموں میں سرکشی مذہبی تھی۔ اور ایک آدمی پیدا ہو گیا۔ جس نے اپنے آپ کو سید[۱] کا خلیفہ مشہور کیا اور کل مخلوق

---

[۱] یعنے سید احمد جسکو شیر سنگھ اور جنرل ونتورا نے ۱۸۳۱ء میں شکست دی تھی۔ اور قتل کیا تھا۔ اُس کے معتقدوں نے جو تمام ہندوستان میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں۔ بیان کیا کہ سید کے بچنے کے واسطے دریا سمٹ گیا۔ اور جو اُسکا ۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳ پر دیکھو

سخت مزاج نے اُس کے ساتھ ہزارہ اور کشمیر کے حملہ پر اتفاق کیا۔ آخر کار جنرل گلاب سنگھ بھونڈیہ کے اور دیوان مولراج[1] کی فوج مظفر آباد کو بڑھ گئی اور وہاں کی فوج کو بچایا بعد اُس کے یہ فوج وادی کشمیر کو بڑھی۔ اور بعد کچھ سخت مقابلہ کے سرکشوں کو شکست ہوئی۔ راجہ زبردست خاں مظفر آباد میں پھر اپنی ریاست پر بحال کیا گیا۔ اور گرد و نواح کے راجہ اُس کے زیر حکم کئے گئے۔ فروری ۱۸۴۵ء میں غلام محی الدین نے سرکار انگریزی سے دار و مدار کرنیکا عزم کیا اور اپنی طرف سے اور راجہ رحیم اللہ خاں راجوریوالہ کی طرف سے اطاعت سرکار انگریزی کے اختیار کرنیکا اظہار کیا۔ مگر سرکار انگریزی نے اُس کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔

مرزا فقیر اللہ خاں براہ بارہ مولہ سلطان زبردست خاں کے ہمراہ مظفر آباد روانہ ہوا جہاں اُس کی ریاست اُس کے حوالے کی گئی۔

سردار حکم سنگھ ملوئی واپس لاہور چلا آیا۔ البتہ شیخ امام الدین باپ کی علالت کی وجہ سے کشمیر ہی رہا۔ پانچ چھ ماہ کے بعد رانی جنداں کا ایک حکم پہنچا کہ شیخ امام الدین کو لاہور واپس بھیجا جائے۔ لیکن بجائے اس کے کہ باپ بیٹے کو روانہ کرتا باپ خود دربار لاہور کو روانہ ہوا۔ چنانچہ شیخ غلام محی الدین ابھی رستے ہی میں تھا کہ اُس کو راجہ ہیرا سنگھ اور رانی جنداں کے بھائی جواہر سنگھ کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ یہ سُنکر شیخ ہیرہ پور سے واپس کشمیر لوٹ آیا۔

۱۸۴۵ء مطابق ۱۲۶۲ھ ہجری میں ہیضہ نے کشمیر میں دو تین ماہ تک قیامت برپا رکھی۔ اسی سال صمد بابا ساکن چچہ بل تہمت گاؤکشی میں ماخوذ ہوا۔ گاؤکشی کی سزا گاؤکش کے لئے تھی۔ لیکن سکھ بہادروں نے صمد بابا کے تمام اہل و عیال کو گائے کے خشک گوبر میں بند کر کے آگ لگا دی۔ اور اپنی شقی القلبی اور اُن حرکات ناشائستہ کا ثبوت دیا۔ جن کی بدولت وہ اپنی عظیم الشان سلطنت

تعاقب کرتے تھے۔ انکو نکل گیا۔ اور سید بھی ظاہر ہو کر فتح کریگا۔ سید مذکور نے نوبت اخیر پکھلی اور دھمتور میں مقابلہ کیا تھا۔

[1] دیوان مولراج ناظم ہزارہ تھا اور دیوان مولراج ناظم ملتان سے یہ شخص علیحدہ تھا۔

بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔

۱۴ چیت سمت ۱۹۰۲ بکرمی مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ ہجری کو شیخ غلام محی الدین کا خاص سرینگر میں انتقال ہوگیا۔ اور حضرت محبوب العالم سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم صاحب کے پہلو میں دفن ہوا۔ تاریخ وفات۔

شیخ افضل غلام محی الدین — بود بے مثل در سخاوت وداد!
کرد پدرود دار دنیا را — سوئے عقبےٰ چو روے خود بنہاد
ملہم غیب گفت تاریخش — سید المرسلین شفیقش باد
۱۲۶۲

شیخ امام الدین صوبہ کشمیر

ایام حکومت ۶ ماہ سمت ۱۹۰۲ بکرمی مطابق ۱۲۶۲ ہجری موافق ۱۸۴۶ء

شیخ غلام محی الدین کے دو بیٹے تھے۔ ایک شیخ امام الدین خاں جو بڑا تھا۔ دوسرا شیخ فیروز الدین[۱] جو چھوٹا تھا۔ پنجاب اور کشمیر کی تاریخوں میں جو عہد سکھاں کے متعلق ہیں۔ شیخ امام الدین کا ذکر اکثر آتا ہے۔ جب شیخ غلام محی الدین یعنی اس کے باپ کے زمانہ میں کشمیر میں سرکشی ہوئی اور اس سرکشی کو فرو کرنے کے لئے جو فوج دربار لاہور سے براہ پونچھ بھیجی گئی تھی۔ اُس کا افسر امام الدین تھا۔

باپ کی وفات کے بعد (جسکی نسبت شبہ ہے کہ وہ زہر سے ہوئی تھی) امام الدین کشمیر میں موجود تھا حسب فرمان دربار لاہور باضابطہ طور پر مسند صدارت پر جلوہ افروز ہوا۔

کشمیر میں اُن دنوں یہ دستور تھا۔ کہ کارخانہ دار شالبافوں کو برائے نام زر پیشگی دیکر ہمیشہ کے لئے غلام بنا لیتے تھے۔ اُجرت بھی اُن غریبوں کو بہت کم ملتی تھی اور وہ کسی دوسری جگہ کام بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جس سے یہ فرقہ سخت لاچار اور مجبور تھا۔ شیخ امام الدین نے ایک جرنیلی حکم جاری کر کے ان سب کو مطلق العنان

[۱] شیخ فیروز الدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ اُس کا بیٹا خان بہادر شیخ نصیر الدین اس وقت لاہور میں موجود ہے۔ جس کی عمر ۱۹۱۲ء میں ۵۹ سال کی ہے۔

کردیا۔ ان کی اُجرت میں بھی سابقہ مزدوری کا چوتھائی حصہ اضافہ کردیا اور انکو اس امر کی بھی اجازت دیدی کہ جہاں چاہیں اپنی مرضی سے (لیکن کمال دیانت کے ساتھ) کام کریں۔ اس فرقہ کو اس نے اور بھی بہت سی رعائتیں عطا کیں۔

اس کے عہد میں دربار لاہور کی ابتری ذلت کی حد سے بھی آگے نکل کر ملک اور خود دربار کے لئے وبال جان ثابت ہو رہی تھی۔ سکھوں نے سرکار انگریزی جیسی امن پسند سلطنت سے چھیڑ چھاڑ پیدا کرکے اپنی ہلاکت کے سامان آپ پیدا کر لئے تھے۔ چنانچہ ۱۰ مارچ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۰ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ ہجری کو دربار لاہور اور سرکار انگریزی کے درمیان ایک عہدنامہ قلمبند ہوا۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ مصارف جنگ کے ایک کروڑ روپیہ میں دربار لاہور نے علاقہ جات کوہستان معہ ملک کشمیر انگریزوں کے حوالے کردیئے۔ انگریزوں نے حسب ضرورت پچھتر لاکھ روپے کے عوض کشمیر اور دیگر کوہستانی علاقہ مابین دریائے راوی و سندھ راجہ گلاب سنگھ والئ جموں کے ہاتھ فروخت کردیا۔

شیخ غلام محی الدین کے انتقال کے دنوں میں خرید و فروخت کا یہ سلسلہ شروع تھا اور شیخ امام الدین کے عہد حکومت کی ابتدا میں اس کی تکمیل ہوگئی شیخ کے عہد نظامت کو ابھی صرف تین ہی مہینے گذرے تھے۔ کہ عہدنامہ کا عمل درآمد بھی شروع ہوگیا۔ یعنی یکم ماہ ہاڑ سمت ۱۹۰۳ بکرمی موافق جون ۱۸۴۶ئہ کو کشمیر کا قبضہ لینے کے لئے راجہ گلاب سنگھ کا وزیر لکھپت رائے حدود کشمیر میں داخل ہوکر میدان مایہ سومہ میں مقیم ہوگیا۔

کشمیر کا سلطنت پنجاب سے الگ ہونا اور الگ ہوکر مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا جانا لاہور میں کسی کو بھی منظور نہ تھا۔ اور راجہ لعل سنگھ کو جو مہاراجہ گلاب سنگھ کا ہمیشہ سے رقیب اور دشمن تھا۔ خصوصاً ناگوار تھا۔ چنانچہ راجہ مذکور نے شیخ کو لکھ بھیجا کہ مہاراجہ کا مقابلہ کرے۔ اور فوج کو حکم دیا کہ شیخ کا حکم بلا عذر مانے۔ شیخ بھی اُس حکم کے ماننے میں اپنا فائدہ سمجھتا تھا۔ اوّل تو اُس کی

سلطنت برقرار رہتی۔ دوم بصورت معزولی وعلیحدگی جسقدر دولت اُس کے پاس تھی اُس کا لُٹ جانا یقینی تھا۔ تیسرے یہ بھی اندیشہ تھا۔ کہ میرے صریح دشمن میرے حساب کی بھی جانچ پڑتال کرائینگے۔ بعض لوگ یہ بھی خیال کرتے ہیں۔ کہ شیخ کا ارادہ تھا کہ سرکار انگریزی کو بہت سا روپیہ دیکر بطور نائب السلطنت کشمیر میں رہنے کی اجازت لے لے۔ غرض وجوہات کچھ ہوں۔ اور اُسکی نیت خواہ کیسی ہو۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ دربار لاہور نے جسقدر سخت اور تاکیدی احکام اُس کو کشمیر سے چلے آنے اور کشمیر کو خالی کرنے کے بھیجے اُس نے ان سب کو مسترد کر دیا اور کسی ایک کو بھی قابل وقعت نہ سمجھا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے وزیر لکھپت اور وزیر رتنو کو کشمیر کے تصرف کے لئے روانہ کیا۔ شیخ بہت حیران تھا کہ دربار تو حکم بھیجتا ہے کہ کشمیر خالی کردو۔ اور وزیر یعنی راجہ لال سنگھ لکھتا ہے۔ کہ پہلا حکم تفویض کشمیر کا منسوخ سمجھو۔ آخر اُس نے مرزا فقیر اللہ خاں راجوری والہ سے صلاح کی جس کو مہاراجہ سے خاص عداوت تھی۔ اس نے کہا وزیر کا حکم قابل عمل ہے۔ شیخ نے کچھ تردد کیا۔ لیکن مرزا نے کہا آپ ایکدفعہ اجازت دیں۔ میں صرف اپنی ہی فوج سے مخالف کی خبر لے لونگا۔ شیخ نے یہ کہلا انکار کر دیا۔ کہ جب تک لاہور سے کوئی اور پختہ خبر نہ آجائے۔ تامل کرنا چاہیئے۔ لیکن رات کو ڈوگرہ فوج اور کشمیری فوج کے ایک روہیلے سپاہی میں کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ ڈوگرہ نے روہیلہ کا کام تمام کر دیا۔ بس اتنی سی بات پر طرفین میں معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ رات بھر لڑائی جاری رہی اہلیان شہر جو اس جنگ سے بالکل بے خبر تھے دفعتہً توپ وتفنگ کی آواز سُنکر حواس باختہ ہو گئے۔ وزیر رتنو قلعہ ہری پربت میں بھاگ آیا۔ اور وزیر لکھپت میدان جنگ میں کام آگیا۔ ڈوگرہ فوج کے چار ہزار آدمی جان بچا کر تخت سلیمان کی پہاڑی پر بھیجے گئے۔ جب دن نکلا تو شیخ امام الدین خاں بہ سواری فیل شہر سے باہر نکلا اور تخت سلیمان کی طرف آیا۔ مرزا فقیر اللہ خاں کی سرکردگی میں پانچ سو جوان پہاڑی پر بھیجے گئے۔ ڈوگرہ فوج نے امان چاہی جو اُن کے ہتھیار ڈالدینے پر دیدی گئی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی کو ان تمام حالات سے اطلاع دی۔ جب انگریزوں نے دیکھا کہ امام الدین کشمیر کو خالی نہیں کرتا اور گلاب سنگھ کی فوج سے اُس کا فتح ہونا غیر ممکن ہے۔ تو کرنیل لارنس صاحب ریزیڈنٹ اور لفٹننٹ ایڈورڈ صاحب کمان افسر فوج انگلشیہ انگریزی فوج لیکر روانہ ہوئے اور کچھ سکھ فوج سردار تیج سنگھ کے ماتحت بھی بھیجی گئی۔ اور ان سب کے ہمراہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور اُس کی اپنی فوج بھی تھی۔

جب شیخ امام الدین کو اس لاؤ لشکر کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی سُنا کہ مرزا فقیر اللہ خاں نے (جو راجوری چلا گیا تھا) اطاعت قبول کر لی ہے۔ اور راجور کو خالی کر رہا ہے۔ تو وہ سخت گھبرایا۔ اور لارنس صاحب کے حضور میں آنے کے لئے کشمیر سے روانہ ہوا۔ اور لکھا "اگر صاحبان عالیشان ازراہ عنایات فراوان تقصیر بندہ معاف فرمائند وچھٹی معافی تقصیر حاصل شود حاضر مے باشم" عرضیہ کے مضمون سے آگاہی حاصل کرنے اور شیخ کے روانہ ہونے کی خبر سُنکر مقام تھنہ سے (جہاں یہ سب لوگ مقیم تھے۔) لفٹنٹ ایڈورڈ صاحب استقبال کیلئے روانہ ہوئے۔ ۳۱ اکتوبر ۱۸۴۶ء کو بہرام گلہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی اور یکم نومبر کو لفٹنٹ ایڈورڈ ناظم کشمیر کو ہمراہ لیکر مقام تھنہ میں آگئے

جب شیخ سے جواب طلب ہوا کہ اُس نے کیوں مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج کے افسروں کو کشمیر پر قبضہ نہیں ہونے دیا۔ تو اُس نے کہا کہ میں چونکہ سرکار لاہور کا ملازم تھا۔ اور راجہ لعل سنگھ وزیر سلطنت تھا۔ اس لئے میں نے اگر قبضہ نہیں دیا تو ان کے لکھنے کے مطابق اور اگر لڑا ہوں تو ان کے حکم کی تعمیل میں۔ یہ بات مشہور تھی کہ راجہ لعل سنگھ اور مہاراجہ گلاب سنگھ میں سخت عداوت ہے۔ لیکن یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی۔ کہ راجہ لعل سنگھ ایسی حماقت کریگا۔ کہ ایسے بغاوت آمیز کاغذ پر اپنے دستخط کر دے جس کی سزا پھانسی سے کم نہ تھی۔

۲۳ دسمبر کو پیشگاہ جناب گورنر جنرل بہادر سے شیخ امام الدین کے متعلق مضمون ذیل کا ایک اشتہار جاری ہوا۔

"معلوم ہو کہ شیخ امام الدین صوبہ دار کشمیر آمادہ کارزار ہو کر مہاراجہ گلاب سنگھ کو

صوبہ کشمیر کا دخل نہیں دیتا۔ بناء علیہ دربار لاہور کو سرکار ابد پائدار انگریزی سے بتاکید لکھا گیا۔ کہ بایفائے شرائط صلح نامہ مرقومہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کے دخل مہاراجہ محتشم الیہ کا کہ نائب سرکار انگریزی ہے۔ اوپر صوبہ مذکور کے جس طرح بنے دلادو" اس اشتہار اور سرکار انگریزی کے رعب داب کا شیخ پر بہت اثر ہوا۔ چنانچہ اُسنے کہا کہ راجہ لال سنگھ کی دستخطی تحریریں میرے پاس موجود ہیں۔ مَیں بالکل بے قصور ہوں۔ آخر کرنل لارنس صاحب معہ راجہ گلاب سنگھ تھنہ سے روانہ ہو کر ۶ کاتک سمت ۱۹۰۳ بکرمی کو کشمیر میں داخل ہوئے۔ اور فوج معہ افسروں اور شیخ امام الدین کے بجانب لاہور روانہ ہوئی۔ لاہور پہنچکر جب مقدمہ کی باضابطہ تحقیقات ہوئی۔ تو شیخ امام الدین نے راجہ لال سنگھ وزیر سلطنت کے سامنے اُس کے تین دستخطی خط سر فریڈرک کرے بارنٹ قائم مقام ریزیڈنٹ لاہور کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ جن کا مضمون یہ تھا "چونکہ تم نمکخوار قدیم اس سرکار کے ہو۔ تمکو چاہئے کہ کشمیر کو ہرگز خالی نہ کرو۔ اور اگر اس امر میں تمہاری جان بھی جاتی رہے۔ تو عین سعادت سمجھو" غرض کرے صاحب کی تجویز اور سب سرداروں کی تائید وصلاح سے راجہ لال سنگھ عہدہ وزارت سے معزول کر کے آگرہ اور بعد ازاں ڈیرہ دون بھیجے گئے۔

شیخ امام الدین کا قصور معاف کیا گیا۔ اور اُس کی جائیداد جو لاہور میں تھی۔ اور ضبط کی گئی تھی۔ واگذار کی گئی۔ ۱۸۴۹ء میں ملتان کی خدمات کے صلہ میں اُس کو نوابی کا خطاب ملا اور ۸۴۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر کے علاوہ ۱۱۶۰ روپیہ سالانہ کی اُس کو پنشن ملی۔ شیخ کا مارچ ۱۸۵۹ء میں بعمر چالیس سال انتقال ہو گیا اُس کا ایک بیٹا شیخ غلام محبوب سبحانی تھا۔ جس کو گورنمنٹ پنجاب نے نواب کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ نواب غلام محبوب سبحانی کا دسمبر ۱۹۰۲ء میں بمقام دہلی انتقال ہو گیا۔ جہاں وہ دربار شاہی میں (بعہد لارڈ کرزن) شاہی مہمان ہو کر گئے تھے۔ نواب غلام محبوب سبحانی لاولد اور فارسی زبان کے اعلےٰ شاعر تھے۔

شیخ امام الدین نے چھ ماہ تک کشمیر میں حکومت کی۔ اس کی معزولی کے تھوڑے عرصہ بعد دربار لاہور کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ یعنی نہ وہ دربار رہا جسمیں رنجیت سنگھ اور اُس کے جانشین مسند نشین ہوا کرتے تھے۔ نہ وہ ارکین رہے۔ جو باہمی خود غرضیوں اور ذاتی کاوشوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے درپے تخریب ہو کر بیخ سلطنت کو اُکھاڑ رہے تھے۔ نہ وہ فوجیں رہیں جنہوں نے اپنی سرکشی و خودرائی سے نہ صرف سلطنت کو بلکہ ایک قوم کی قوم کو مورد طعن و تشنیع بنا دیا تھا۔ رہا تو کیا رہا۔ ایک نام اللہ کا جو ہمیشہ سے ہے اور جو ہمیشہ رہیگا۔ اللہ بس باقی ہوس!

مشائخ و علماء و سادات کشمیر

جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد ۱۲۳۴ھ ہجری مطابق ۱۸۱۹ء سے لیکر مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد ۱۸۴۶ء مطابق ۱۲۶۲ھ ہجری تک کشمیر جنت نظیر میں گذرے

میر کمال الدین اندرابی حاجی عتیق اللہ اندرابی کے خلف ثانی تھے۔ باپ کی شہادت کے وقت بارہ سال کی عمر تھی ملا عبدالستار سے معنوی فیوض حاصل کئے۔ شیخ عبدالوہاب نوری کہ فائض النور تھے۔ اُن سے ارادت و عقیدت تھی۔ انہوں نے طریقہ قادریہ و کبرویہ و چشتیہ کا خلعت خلافت وارشاد عطا کیا۔ آپ صاحب وجد تھے۔ اور قال سے حال کو پسند کرتے تھے۔ ۵ ذیقعد ۱۲۳۵ھ ہجری کو انتقال کیا۔ تاریخ ہوئی "اکمل شیخاں کمال الدین بگفت"

سید محمد ابراہیم حاجی عتیق اللہ کے فرزند سوم اور میر کمال الدین کے بھائی تھے۔ کلام اللہ کے عاشق اور حافظ تھے۔ اور رات دن ورد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ سرینگر کے محلہ ملارٹہ میں قیام تھا۔ مگر باپ کی شہادت کے بعد پدر رضاعی ان کو لولاب میں لے گیا۔ وہاں بابا داؤد نروری نے خانہ داماد بنالیا۔ اور کانٹھ پورہ میں لے گیا۔ مظفر آباد کے میاں گل محمد لنگال کے مریدوں میں تھے۔ اور قادریہ چشتیہ نقشبندیہ طریقوں کے سلسلہ کی اجازت ان کو حاصل تھی۔ ۳ ذی قعد ۱۲۳۸ھ ہجری کو موضع کانٹھ پورہ علاقہ لولاب میں وفات پا گئے۔ تاریخ ہوئی ~

چوں ز دنیا پا کشید آمد ندا ! جائے ابراہیم گلزار بہشت

میر بہاء الدین میر نجم الدین منطقی کے بیٹے اور جد بزرگوار میر عبداللہ کے مرید تھے۔ شاہ عبدالرحمان قلندر اور میر کمال اندرابی سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ بہت بڑے صاحب دل بزرگ تھے۔ ۱۲۴۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اور مقبرہ آبائی میں مدفون ہوئے۔

سید خواجہ شاہ نیاز نقشبندی

خواجہ "شاہ صاحب" کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔

اپنے باپ حضرت سید ابراہیم شیخ کمان کے خلیفے اور خواجہ کمال الدین شہید کے داماد تھے۔ چونکہ قابل اور اہل دل باپ کے بیٹے تھے۔ اس لئے باپ نے بیٹے کو بھی تحصیل علوم صوری کے بعد علوم باطنی کی طرف توجہ دلائی اور بیٹا اس علم میں بھی ایسا مشہور آفاق ہوا کہ باپ کا نام روشن کر گیا۔ فقیر بھی تھے اور غنی بھی تھے دولت و فقر کی دونوں نعمتوں کے بادشاہ تھے۔ اس لئے جود و سخا اور ثروت واحتشام میں بھی مشہور ایام ہوئے۔ میاں محمد امین کے نبیرہ میاں ضیاء الدین سے بھی فیض باطنی حاصل کیا۔ کشمیر سے بخارا تشریف لے گئے۔ وہاں چراغ معرفت کو وہ روشنی دی، کہ تمام ملک پروانہ وار ان پر گرنے لگا۔ پھر کشمیر میں آئے اور مولوی شیخ عبد النبی مرجانپوری سے کہ محدث زمانہ تھے۔ سند حدیث حاصل کی اور طریقہ نقشبندیہ کو پسند کیا۔ خلق اللہ کو اپنے علم ظاہری و باطنی سے مستفیض کرنے لگے۔ داد و دہش بھی وہ کی کہ اکثر علما و مشائخ ان کے دامن دولت سے وابستہ رہتے تھے۔ شیخ عبد الغنی مرجان پوری کہ فن حدیث میں شاہ صاحب کے اُستاد تھے۔ اور شیخ محمد نعیم تارہ بلی سفر و حضر میں شاہ صاحب کے ساتھ رہتے تھے تین چار دفعہ ترکستان گئے۔ اور جب گئے باوجود بکمال جاہ و حشم نعمت فقر و معرفت ہاتھ سے نہ دی۔ ۱۸۲۳ء میں کرنیل ولیم مور کرافٹ براہ کشمیر سیاحت ترکستان کے بہانے وہاں کے ملکی حالات کی تحقیق کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ اثنائے راہ میں گرفتار ہو گئے۔ خواجہ سلیم اللہ خاں میر منشی کہ حضور کے مریدان خاص میں سے تھا۔ آپ سے سفارشی ہوا۔ آخر آپ کی توجہ و سفارش سے کرنیل صاحب کو مخالفوں کے ہاتھ سے نجات ملی۔ جب ولیم مور کرافٹ لاہور پہنچے تو انہوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں بالفاظ ذیل خواجہ کی بزرگی کی اطلاع کی "خواجہ شاہ نیاز نہایت شریف اور خدا یاد آدمی ہے۔ اسکی خوبی و بزرگی میں کوئی شک نہیں وہ مسلمانوں میں بہت مقبول ہے۔ اور دور دور تک مشہور ہے۔ کشمیر ... اور چین کے مسلمان اُس کا ... اعزاز و اکرام کرتے ہیں۔ کہ سب

لوگ اُن کے سامنے کھڑے رہتے ہیں - اور نہیں بیٹھتے جب تک خواجہ بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے - اگر سرکار لاہور ایسے جلیل القدر اور فقیر دوست آدمی سے مہربانی اور شفقت کا برتاؤ رکھے - تو اُس ملک کے مسلمانوں میں جس کی تعداد بہت زیادہ ہے - نہایت نیک نامی حاصل ہو - اگر ایسا شخص سرکار انگریزی کے علاقہ میں ہو تو اُس کی قدر و عزت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جائے - خواجہ کا وجود نعمت غیر مترقبہ ہے - اور اس نعمت کی قدر کرنا ہزار ملک کے فتح کرنے سے بھی بہتر ہے - ع از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است - کرنیل ولیم مورکرافٹ نے یہ بھی اشارہ کیا کہ وہ جاگیریں جو عہد چغتائی و افاغنہ سے واگذار چلی آتی تھیں اور اب ضبط ہیں - ان سب کو واگذار کیا جائے - اس طریق سے رعایا کے بہت بڑے حصہ کا دل قابو میں رہیگا - مہاراجہ نے اور تو کچھ نہ کیا - صرف پانچ گاؤں (موضع بریں - کلاروچ - دابلو - صفانگری - باباپورہ) خواجہ کو بطور جاگیر دیدئے - خواجہ صرف فقیر اور امیر ہی نہیں تھے - بلکہ مصنف اور شاعر بھی تھے - اور خط نستعلیق میں ضرب المثل تھے - چائے نامہ جو تصوف کی ایک عمدہ کتاب ہے آپ کی تصنیفات سے ہے - ایک دیوان غزلیات و اشعار کا آپ سے یادگار ہے - لکھا ہے - کہ جب سکھوں نے کشمیر میں مظالم اختیار کئے تو آپ افغانستان کی طرف چلے گئے - کابل میں کچھ عرصہ قیام فرمایا تھا کہ ۱۲۴۵ھ ہجری میں وہیں جان بحق تسلیم ہوئے - خیر الابرار تاریخ وفات ہے -

خواجہ محمد شاہ نقشبندی خواجہ شاہ نیاز کے بیٹے اور اُن کے مرید باخلاص اور سید اصغر شاہ قادری کے داماد تھے علم معنوی اپنے باپ سے حاصل کیا - باپ کی طرح صاحب بذل و عطا تھے - اکثر فقرا اور مجاذیب کی پرورش فرماتے تھے - حکام ان کی عزت کرتے تھے - اور آپ علماؤ مشایخ کے اعزاز و اکرام میں اپنی سعادت سمجھا کرتے تھے - ہمیشہ باوضو رہتے اور جب دنیاداری کی باتیں کیا کرتے تو بعد اختتام کلام نئے سرے سے وضو فرمایا کرتے تھے - بڑے بڑے علماؤ مشائخ آپ سے فیض یاب ہوئے - دنیاوی لحاظ سے بھی کیونکہ آپ صاحب ثروت اور دل کے سخی تھے اور

دینی لحاظ سے بھی کیونکہ آپ کو علم باطنی وظاہری میں کمال حاصل تھا۔ آخر عمر میں سیر پنجاب کے لئے لاہور آئے اور وہیں ۸ اجمادی الثانی ۱۲۵۶ھ ہجری کو انتقال فرمایا۔ بارگاہ حضرت شاہ محمد غوث قادری (بیروں دہلی دروازہ) میں مدفون ہوئے تاریخ ہوئی ؎

جبریل خرد وحیٔ وفاتش چہ خوش آورد　　فردوس بریں است وطن گاہ محمد

بابا ثناء اللہ زونمیری بابا فاضل زونمیری کی اولاد سے تھے اور اپنے جد امجد خواجہ مسعود سے مستفید ہوئے تھے۔ خواجہ مسعود کی وفات کے بعد شیخ محمد اشرف فتح کدلی کی طرف رجوع کیا۔ اُن کی تعلیم و تربیت نے مرد کامل اور شیخ اکمل بنا دیا۔ ۸ ارذوالحجہ ۱۲۳۵ھ ہجری میں بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ انتقال کیا۔ اور محلہ زونمیر میں دفن ہوئے۔

شیخ میر محمد منور حطبی شاہ فرح الدین متو المعروف بہ فاروق قلندر کے مشہور خلفاء میں سے تھے۔ بغیر آیات کلام اللہ واحادیث شریف یا اقوال سلف صالح کے دوسرا کلام زبان پر بہت کم لاتے تھے ان کی بزرگی اور پرہیزگاری بہت مشہور ہے۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ کو بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ انتقال کیا۔ اور اپنے مرشد کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

شیخ فاروق نارو حضرت فاروق قلندر کے بہت مرید تھے اور عموماً ہر طریقہ میں کسی نہ کسی مرید کو دخل تھا۔ شیخ فاروق جو اپنے مرشد کے ہمنام بھی تھے۔ صاحب وجد وحال تھے۔ اُن کی ساری عمر رقص وسماع اور سرود میں بسر ہوگئی۔ وہ عجیب حالت میں رہا کرتے تھے۔ اور کسی کو ان کے سامنے بولنے کی تاب نہ تھی۔

درویش محمد اشرف ان کا دوسرا نام اچن شاہ تھا۔ یہ بھی قلندری مریدوں میں تھے۔ اِن کی بھی ساری عمر وجد وحال میں بسر ہوگئی۔ جس قدر نذر نیاز ان کو آتی تھی اپنے سامنے لُٹا دیتے تھے۔ ان کا مزار موضع گاڈرہ پرگنہ ...ل میں ہے۔

شیخ غلام نبی مصری معلوم ہوتا ہے ان کے بزرگ مصر سے آئے تھے انہوں نے اپنے چچا مولوی محمود مصری سے علم حدیث حاصل کیا۔ اپنے وقت کے برگزیدہ . . . . عالموں سے تھے۔ علم کو سینے میں نہیں رکھا بلکہ خلق خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ایک مدت تک حضرت خواجہ شاہ نیاز نقشبندی کے گھر مقیم رہے۔ جب انتقال کیا تو محلہ مرجان پورہ میں دفن ہوئے۔

بابا ناظم الدین شیخ محمد عوب سہروردی کے بھائی تھے۔ علمائے عصر اور فضلائے وقت سے استفادہ اٹھایا۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں تمام علوم میں کمال حاصل کرلیا۔ مدت العمر موضع کنگن پرگنہ لعل میں رہے ۱۲۳۴ھ ہجری میں وفات پائی نعش ان کی شہر میں لائے اور مقبرہ اسلاف میں دفن کئے گئے

صدیق خاں کشمیر میں ہانجیوں کا فرقہ اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے بہت بدنام ہے بلکہ یہ کہنا شائد زیادہ مناسب ہے کہ اس گروہ نے تمام کشمیر ہی کو بدنام کر دیا ہے۔ لیکن علم اور فقر وسلوک کی دولت کسی کی میراث نہیں ہے جس کو اللہ تعالے یہ نعمت عطا کر دے خواہ وہ ڈوم ہو یا ہانجی اور خواہ پیر ہو یا شیخ وہی صاحب علم اور صاحب سلوک ہے۔ صدیق خاں بھی ہانجی تھا۔ لیکن شاہ فرخ الدین المشہور بہ شاہ قلندر کے دامن سے وابستہ ہوکر علم و عمل میں سادات ومشایخ سے بھی بڑھ گیا۔ اپنی ساری عمر اس نے علم کی تحصیل میں صرف کر دی۔ اپنے مرشد کی اجازت سے اس نے بھی مریدوں کا سلسلہ جاری کیا۔ اور بہت لوگوں کو فیض پہنچایا۔ اس کا مزار قریہ راہہ پورہ میں ہے۔

شیخ محمد سخی نمبردار کے بیٹے تھے۔ موضع گامر پرگنہ اسلام آباد میں سکونت تھی۔ اگرچہ ناخواندہ محض تھے۔ لیکن بڑے بڑے علما وفضلا ان کی صحبت کو فخر وسعادت سمجھتے تھے۔ ایسے ایسے مشکل مسائل کا جواب آن واحد میں دیا کرتے تھے۔ کہ علما وفضلا کتابیں ہی دیکھتے اور کھولتے رہ جاتے تھے۔

بہت لوگوں نے ان سے فیض پایا۔

شیخ محمد یحییٰ شوپیاں ضلع اسلام آباد میں رہتے تھے تحصیل کمالات علمی کے بعد شیخ اشرف کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کیا۔ ریاضت و مجاہدہ میں کمال حاصل کر کے خلق اللہ کو فائدہ عظیم پہنچایا۔ دیر تک مرشد کی خدمت میں رہے۔ پھر وطن کو مراجعت کی۔ جہاں تھوڑے عرصہ کے بعد رحلت فرمائی۔

مخدوم بہاء الدین صفاپوری شیخ محمد شریف کی اولاد سے تھے۔ علوم صوری و معنوی میں صاحب کمال تھے۔ ابتدا ہی سے درود وظائف کا شوق تھا کہتے ہیں کہ جس غرض کے لیے وظیفہ پڑھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ وہ غرض فوراً پوری کر دیتا تھا۔ دست ارادت شیخ محمد اشرف کے آگے پھیلایا۔ ریاضت و عبادت میں شاقہ محنت کی حضرت شیخ کے بعض اصحاب سے بھی مستفیض ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ موضع صفاپور میں تحصیل مانس بل کے کنارے بسر کیا۔ اور وہیں لوگ حاضر ہوتے رہے نقل ہے کہ سید میر عبدالرشید بیہقی نے مخدوم صاحب کو دعائے سیفی کے پڑھانے کا وعدہ کیا تھا۔ مخدوم صاحب اُن کے گاؤں میں پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ سید صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ بہت افسوس کیا اُن کے مزار پر گئے۔ فاتحہ پڑھی اور کہا "یا شیخ الکریم اذا وعدہ وفا" ندا آئی کہ دعائے سیفی پڑھا کرو اور اُس کے پڑھنے کے اداب و اشارات بھی بزور روحانیت بتائے گئے۔

درویش نورالدین شاہ فضل اللہ نوری کے مریدوں اور شیخ عبدالوہاب نوری کے صحبت یافتوں میں تھے۔ شاہ نظام الدین قلندر مجذوب بھی ان پر نظر عنایت رکھا کرتے تھے۔ اُنہوں نے اپنی ساری عمر رندرانہ طریق میں بسر کی۔ روشن ضمیر اور صاحب تاثیر تھے۔ ۸ ماہ رمضان ۱۲۱۱ہجری کو انتقال کیا۔ اور سرینگر کے محلہ اسیہ پورہ چودھری حسن آباد میں مدفون ہوئے

خواجہ خلیل ترنبو شیخ محمد اشرف کے ملنے والوں بلکہ اُن کے رفقا سے تھے اشغال ظاہری کے ذریعے پیٹ پالتے تھے لیکن شغل

باطن میں کوئی فتور اور نسبت معنوی کو کوئی ضعف نہ آنے دیتے تھے۔ ساری عمر اوامر و نواہی کے پابند رہے۔ دنیا بھی رکھی اور دین بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور یہی اسلامی تصوف ہے ۲۵ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ ہجری میں یہ مصدر حالات عجیبہ وفات پا گئے۔

ملک جمیل آپ شوپیاں کے قبیلہ ملکاں کے ایک معزز گھرانے کے فرد تھے۔ صاحب علم و فضل تھے۔ حالات عجیب اُن سے ظاہر ہوتے تھے۔ لیکن سب طریقوں کو چھوڑ کر رندانہ طریق اختیار کیا۔ ۱۲۴۳ھ ہجری میں جبکہ حضرت شیخ بہاء الدین گنج بخش کا عُرس تھا آپ نے وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ یوم وفات سے تین ماہ پیشتر اپنے مرنے کی خبر دی تھی۔

شیخ محمد اکبر ہادی شیخ محمود کے بیٹے اور علامۂ متقی شیخ رحمت اللہ کے پوتے اور میر عبد السلام اندرابی کے نواسے تھے۔ ۱۱۵۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ شیخ اکبر ہادی تاریخ ولادت ہے علم معقول و منقول اپنے دادا شیخ رحمت اللہ اور علم قرارت اپنے خسر خواجہ اسحٰق قندرو سے حاصل کیا۔ شیخ محمد اشرف فتح کدلی کی خدمت میں بھی گئے۔ اور اُن سے بھی فیوضات باطنی حاصل کئے۔ شیخ ان کے کمالات سے یہاں تک خوش ہوئے کہ درجۂ محبوبیت اُن کو عطا کیا۔ ۷ اربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری کو وبائے عام میں مبتلا ہو کر انتقال فرمایا۔

قاضی جمال الدین عالیکدلی آپ کا نام اخون جمال بھی تھا۔ صاحب علوم ظاہری و باطنی تھے۔ اوائل میں شیخ الاسلام ملا قوام الدین مفتی سے صوری و معنوی فیوضات حاصل کئے۔ پھر شاہ فضل اللہ نوری سے بیعت کی۔ درس و تدریس کو شغل عظیم جانا۔ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے جمیل تخلص تھا۔ آپ کی شاعری نعت رسول اور منقبت بزرگان اسلام پر مشتمل تھی ۲۷ شعبان ۱۲۴۳ھ ہجری کو انتقال کیا۔

شیخ محی الدین یاندانی شیخ عبد الوہاب نوری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے ذمے دو خدمتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ موسم سرما

میں شیخ کے حمام کو گرم کیا کرتے تھے۔ اور دوسرے یہ کہ رات کو جب شیخ نوری بستر استراحت پر آرام فرماتے تھے۔ تو شیخ محی الدین اُن کے پائے مبارک کی مالش کیا کرتے تھے اس خدمت کے معاوضہ میں ان کو وہ نعمتیں نصیب ہوئیں کہ دیکھنے والے حیران تھے۔ شیخ نوری کے انتقال کے بعد شیخ محی الدین خواجہ قائم تیلو کی خدمت میں گئے جو میرزا اکمل الدین خاں بدخشی کے خلیفہ تھے۔ اُن کی صحبت سے درجہ تکمیل کو پہنچ گئے۔ ذوق و شوق میں کمال حاصل کیا خوارق عادات اور حالات غریبہ بہت ظاہر ہوتے رہے۔ اکثر لوگوں کو آپ کی ذات سے فوائد کثیر حاصل ہوئے۔ ۱۴ شوال ۱۲۴۵ھ ہجری کو رحلت کر گئے۔ محلہ پاندان میں دفن ہوئے۔ تاریخ ہوئی ع محی الدین کامل شیخ اکمل

شیخ محمد نعیم تارہ بلی شیخ محمد مقیم عارف کے بیٹے تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل و تحصیل کے بعد سید خواجہ عبدالرحیم شیخ کمان کے عقیدتمندوں میں داخل ہوئے۔ اور طریقت و معرفت کے آداب حاصل کئے۔ خواجہ کے انتقال کے بعد اپنے چچا شیخ اکبر ہادی تارہ بلی کی راہنمائی سے منازل سلوک طے کیں آخر درجہ تکمیل حاصل کیا اپنے مرشد خواجہ شیخ کمان کے بیٹے خواجہ شاہ نیاز نقشبندی سے مراسم دوستانہ تادم زیست قائم رکھے بلکہ سفر ترکستان میں بھی اُن کے ساتھ گئے۔ اپنے چچا اور خسر شیخ محمد اکبر ہادی کے انتقال کے بعد اُن کے جانشین قرار پائے۔ ۲۷ رمضان ۱۲۴۷ھ ہجری کو انتقال کیا۔ اور مزار حضرت گنج بخش میں مدفون ہوئے۔

ملا بہاء الدین متو شاہ عنائیت اللہ کے مریدوں میں تھے۔ اپنی ساری عمر تجرید اور صلاحیت و تقوٰی میں بسر کر دی۔ شعر نہائیت اچھے کہتے تھے۔ ریشی نامہ اور دیگر بہت سی کتابیں آپ سے یادگار ہیں ۱۲۴۸ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ محلہ ہٹوان مسجد میں دفن کئے گئے

شہاب شاہ قلندر ارباب صفا سے تھے۔ ان کا ورع و تقوے مشہور ہے۔ ریاضت و عبادت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ کسی کے کہنے سننے سے آپ کی بھاوجہ نے آپ پر تہمت لگائی۔

آپ نے عضو مخصوص ہی کاٹ دیا۔ اور دنیا کو ترک کر کے جنگل کو نکل گئے۔ اور قلندری وضع اختیار کرلی۔ سوز و گداز آپ سے بہت ظاہر ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی داڑھی بھی منڈوا دی۔ موضع بنڈپورہ کوئی ہامہ میں آپ کا مزار ہے۔

شاہ اسد اللہ شاہ فضل اللہ نوری کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ باپ سے تاج ارشاد حاصل کیا۔ اور لوگوں کو فیض پہنچانے میں مصروف ہوئے شریعت سے سرمو انحراف نہ کرتے تھے۔ جو ملنے آتا تھا کمال تواضع اور خلق محمدی کا اظہار کرتے تھے۔ آپ کی موت کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ یعنی آپ ۲۵ رمضان ۱۲۵۸ھ کو نماز ظہر پڑھ رہے تھے۔ اور سر بسجود تھے۔ کہ اسی حالت میں پیام اجل آپہنچا۔

حاجی نظام الدین قوراہی علوم ظاہری و باطنی میں صاحب کمال تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف تھے اور اسی سفر میں مشائخ کرام کی صحبت سے بھی سعادت حاصل کی تھی۔ دہلی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی ملے۔ اور کسب علوم کیا جب کشمیر میں واپس آئے تو ایسے خانہ نشین ہوئے کہ ایکدفعہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوگیا اس کو دفن کرنے کے لئے بھی گھر سے باہر نہ نکلے۔ یہاں تک کہ فرشتۂ اجل نے جب پیام موت دیا تو . . . . . یار و احباب اور خویش و اقارب چارپائی پر اٹھا کر باہر لائے۔ اور دفن کیا۔ تنہائی میں ورد و ظائف کیا کرتے تھے۔ یا قرآن شریف لکھکر وقف کر دیا کرتے تھے۔ تصوف میں ایک کتاب بنام ملہمات لکھی جو نہایت مستند مانی جاتی ہے۔ آپ کا انتقال ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ ہجری کو شیخ غلام محی الدین ناظم کشمیر کے زمانہ میں ہوا تھا۔

شیخ احمد تارہ بلی ان کا انتقال مہاراجہ گلاب سنگھ فرمانروائے جموں وکشمیر کے عہد میں ہوا ہے۔ اس لئے ان کا ذکر یہاں بے محل تھا۔ لیکن شیخ غلام محی الدین ناظم کشمیر کے حالات میں ایک دو جگہ ان کا نام چونکہ لکھا گیا ہے۔ اس لئے ان کی مختصر سی کیفیت اس ضمیمہ میں بھی لکھی جاتی ہے۔
شیخ احمد محلہ تارہ بل سرینگر کے رہنے والے تھے باپ کا نام شیخ محمد نعیم تھا قاضی جمال الدین عالیکدلی کے شاگرد تھے۔ شیخ عباداللہ قاری سے علم قراءت

حاصل کیا۔ پھر شیخ محمد اکبر ہادی کی خدمت میں گئے۔ اُن کی نظر فیض اثر سے درجۂ ارشاد تک پہنچے۔ پانچوں سلسلوں میں آپکو دخل تھا۔ شیخ اکبر ہادی کی وفات کے بعد اُن کے جانشین ہوئے۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی۔ یہاں تک کہ خراسان۔ ترکستان۔ ہندوستان اور اطراف و اکناف سے لوگ شرف ملاقات اور حصول برکات کے لئے آتے تھے۔ سائلوں کی حاجت روائی۔ تشنگان علم کی پیاس بجھانے کا آپ کو خاص شوق تھا۔ ایک شخص نے پنڈت راجہ کاک کی جو اُس زمانہ میں کشمیر کا بہت بڑا رئیس تھا شکایت کی اور کہا کہ اُس کے نام ایک سفارشی خط لکھدیں۔ یہ خط چونکہ عجیب قسم کا ہے اس لئے اس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے "اے کافر ناپاک پنڈت راجہ کاک اے مدبر فجار و اے کافر نابکار۔ رو بہ اسلام آر۔ و خلق خدا را میازار حاجت سائل برار تا برہی از عذاب نار" شیخ غلام محی الدین صوبیدار کشمیر آپ کا معتقد بلکہ مرید خاص تھا اور آپ کی خدمت اپنی عزت سمجھتا تھا۔ لیکن باوجود اس کے آپ نے صرف دو مرتبہ اُسکو ملاقات کا موقعہ دیا۔ اور بہت سی نصائح جو رعایا پروری اور عدل گستری کے متعلق تھیں۔ فرماتے رہے۔ البتہ سفارشی خطوط حاجتمندوں اور سائلوں کے ناظم کشمیر اور دیگر حاکمان وقت کے نام کثرت سے لکھتے رہے۔ آپ جدہر جاتے تھے ایک ازدحام آپ کے آگے اور پیچھے رہتا تھا۔ تمباکو سے آپ کو چونکہ سخت نفرت تھی۔ اس لئے لوگ آپکو دیکھکر حُقّہ اور تمباکو چھپا لیتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ اور اکثر کتابیں افضل الطرق و رسالۂ تجوید وغیرہ آپ سے یادگار ہیں۔ ۱۷ رجب ۱۲۷۸ھ ہجری کو آپکا انتقال ہوگیا۔

حکیم شاہ دوم[۵۱] آپ ابتدا میں زرگری کا کام کرتے تھے۔ دشمنوں نے چوری کا الزام لگاکر جیل خانہ بھجوادیا۔ جہاں آپ ایک مدت تک محبوس رہے۔ زندان میں ایک مرتبہ آپ نے ایک ایسا عجیب مشاہدہ دیکھا جس نے آپکی کایا ہی پلٹ دی۔ دیکھا کہ آگ کا ایک ٹکڑا دریچہ سے آکر آپ کے

[۵۱] ان سے پہلے اسی نام کے ایک اور بزرگ کشمیر میں ہوچکے ہیں۔ اس لئے آپ دوم کے نام سے موسوم ہیں۔

بدن سے چسپاں ہوگیا ہے۔ آپ بے ہوش ہوگئے۔ جب افاقہ ہوا۔ تو آپ کی حالت ہی کچھ اور تھی۔ یعنی آپ بالکل مست و بے خود تھے۔ داروغہ نے بہ استصواب دیگر افسران آپ کو رہا کر دیا۔ آپ شہر میں آئے لوگ جوق جوق اور فوج در فوج آپ کے پیچھے تھے۔ محلہ گوجوارہ میں آپ نے قیام کیا۔ جو آنا تھا حصول مطالب و مقاصد میں کامیاب ہوکر جاتا تھا۔ عوام سے الفاظ نیک و بد بھی استعمال کر لیتے تھے۔ لیکن ارباب علوم ظاہری اور صاحبان بصیرت باطنی سے نہائت ہوشیاری و دانائی کی باتیں کرتے تھے۔ کرنل میہاں سنگھ اُس زمانہ میں کشمیر کے ناظم تھے۔ ان کو شاہ صاحب سے بہت اعتقاد تھا۔ جو کہتے تھے مانتے تھے۔ اور سر آنکھوں کے بل اُن کے قدموں میں حاضر ہوتے تھے۔ بلکہ لوگوں کا خیال ہے کہ کرنل میہاں سنگھ کی نظامت و حکومت جو اسقدر نیک نام اور مقبول انام ہے۔ اُس میں بہت کچھ شاہ صاحب کی تعلیم و تربیت اور نصائح حکیمانہ کا دخل ہے۔ آخر ۱۲۶۱ھ ہجری میں بماہ ذی الحجہ آپ اس عالم فانی سے رحلت فرما گئے۔

مولانا اخوند لسہ بابا آپ کا اصل نام غلام رسول تھا۔ والد کا نام مولوی عبدالسلام تھا۔ ابتدائی علوم آپ نے آخون زادہ محمد رفیق سے پڑھے۔ علوم ظاہری کے اکتساب کے بعد علم تصوف و ریاضت باطنی کا خیال ہوا شیخ عارف باللہ شیخ امان اللہ پانپوری اور شیخ محمد یحییٰ صاحب کردی جیسے پیران طریقت سے کسب علوم کیا۔ ازالہ بدعات سیئہ میں آپ نہائت منہمک رہے سکھوں کے دور حکومت میں مسلمانوں کی مذہبی اور پولیٹکل حالت نہائت ردی ہوگئی تھی۔ آپ نے دینی خدمت کی طرف توجہ کی اور اُن تمام رسوم کو جو ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں جاری ہوگئی تھیں۔ دور کرنے کا عزم کیا اور اُس میں بہت حد تک کامیاب ہوئے۔ آپ نے وعظ کا نیا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ یعنی سال کے بارہ مہینوں میں بارہ مختلف مضامین پر وعظ کیا کرتے تھے۔ آپ کے علم و فضل کا تمام ملک میں چونکہ چرچا تھا۔ اس لئے حکام بھی آپکی قدر و منزلت کیا کرتے تھے شعر گوئی میں بھی آپ کو دخل تھا۔ فرماتے ہیں۔ ؎

عقل در ذات تو حیراں شدہ سبحان اللہ ۔۔۔ علم در کنہ تو ناداں شدہ سبحان اللہ

۱۱۹۸ھ ہجری میں آپ پیدا ہوئے تھے۔ ۲۱ محرم ۱۲۶۱ھ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں اکلوتا نابالغ فرزند محمد یحییٰ نام چھوڑ کر آپ انتقال کر گئے۔ شیخ احمد تارہ بلی ایسے وحید العصر اور یکتائے زمان بزرگ نے آپ کی وفات پر ایک قطعہ لکھا وہو ہذا ؎

اے دریغا صاحب علم و عمل و عظ و بیاں ناگہانی رفت و ماندہ داغ بر اسلامیاں
نام و سال وصل او گردد ازیں مصرع عیاں ناصح دین رسول اللہ و بے مثل زماں

سرینگر کشمیر کی انجمن نصرت الاسلام کے بانی مولوی رسول شاہ صاحب میر واعظ مرحوم اور موجودہ میر واعظ مولوی احمد اللہ صاحب پریزیڈنٹ نصرت الاسلام اور مولوی عتیق اللہ صاحب سکرٹری انجمن نصرت الاسلام سری نگر آپ کے پوتوں میں ہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ

کنور (بعد میں مہاراجہ) کھڑک سنگھ

مہاراجہ شیر سنگہ کا قتل

رنجیت سنگھ

مہاراجہ دلیپ سنگھ